www.Paksociety.com
ڈھاگون کی
سلطنت
پاک سوسائٹی
ڈاٹ کام
www.Paksociety.com

انسپکٹر خادم ان معاملات سے نمٹنے کے بعد اپنے دفتر میں آ بیٹھا اس کے ذہن میں پریشان کن خیالات تھے مسز ستّار پروفیسر ٹھبو پرنس درّانی اس کی بیٹی نازیہ یہ تمام کردار ایسے تھے جو انسپکٹر خادم کے ذہن میں الجھے ہوئے تھے۔ آخر پرنس درّانی نے ان لوگوں کو ختم کیسے کر دیا اور اس تمام ہنگامے کا مقصد کیا تھا کوئی بات انسپکٹر خادم کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ دفعتاً ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی انسپکٹر خادم نے ریسیور اٹھا لیا تھا۔

”ہیلو کون بول رہا ہے“ اس نے پوچھا

”سبزیوں میں سب سے عمدہ سبزی کون سی ہوتی ہے“ دوسری

طرف سے سوال کیا گیا

"بھائی یہ سبزیوں کی دوکان نہیں ہے پولیس ہیڈ آفس ہے"

"مگر پولیس ہیڈ آفس میں عقل مند لوگوں کو ہونا چاہیئے تھا یہ تم کہاں سے آ بیٹھے" دوسری طرف سے آواز آئی تب کہیں انسپکٹر خادم پہچان سکا کہ یہ آواز پروفیسر تماٹر کی تھی۔

"میں سمجھ گیا آپ تماٹر کا ذکر کر رہے ہیں" انسپکٹر خادم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جیتے رہو بیٹے رہو کیا کر رہے ہو"

"کوئی خاص بات نہیں پروفیسر آپ سنائیے"

"اتنی دور سے ٹیلی فون پر نہیں سنا سکتا فوراً میرے پاس آجاؤ" پروفیسر تماٹر نے کہا۔

"کوئی خاص بات ہے"

"تماٹر دنیا کی چیز ہی ہو سکتی ہے چنانچہ ہمارے پاس خاص چیزوں کے علاوہ تمہیں کیا مل سکتا ہے"

"میں کچھ ضروری کاموں میں مصروف ہوں"

"میں جس ضروری کام سے تمہیں بلا رہا ہوں وہ سب سے زیادہ اہم ہے" پروفیسر تماٹر نے کہا

"اگر یہ بات ہے تو پھر میں آپ کے پاس پہنچ رہا ہوں"

"آجاؤ میں انتظار کر رہا ہوں" پروفیسر تماٹر نے کہا اور ٹیلی فون

بند کر دیا۔ انسپکٹر خادم چند لمحات سوچتا رہا پھر وہاں سے اٹھ گیا تھوڑی دیر کے بعد اسکی کار پروفیسر تماٹر کی کوٹھی میں داخل ہو رہی تھی برآمدے میں پروفیسر تماٹر نے اس کا استقبال کیا۔ پروفیسر تماٹر کے ساتھ ہی ایک اور شخصیت بھی تھی جسے دیکھ کر انسپکٹر خادم متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا یہ تقریباً ساٹھ پینسٹھ سال کا ایک بوڑھا آدمی تھا۔ لیکن تن و توش میں پہلوانوں کی مانند معلوم ہوتا تھا۔ اس نے ایک خوبصورت سوٹ پہن رکھا تھا۔ لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ اس کے کاندھے پر ایک سیاہ رنگ کا نیولا بیٹھا ہوا تھا زرد چمکدار آنکھوں والا نیولا جو انسپکٹر خادم کو گھور رہا تھا۔

"ہیلو انسپکٹر خادم" پروفیسر تماٹر نے آگے بڑھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہیلو پروفیسر آپ کی تعریف" انسپکٹر خادم نے طویل قامت شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"یہ میرے ایک بہت پرانے شارق ہیں۔ شارق صاحب کے بارے میں تو مکمل تفصیل تو بتائی ہی نہیں جا سکتی چونکہ مجھے خود بھی یاد نہیں ہے البتہ مختصراً اتنا بتا دوں کہ یہ ایک بہت بڑے نواب خاندان سے تعلق رکھتے ہیں شارق صاحب ریاستیں ختم ہونے سے پہلے ہی دنیا کی سیر کو نکل گئے تھے۔ آثار قدیمہ کا کوئی ماہر شاید ہی اس دنیا میں ان سے بڑا ہو۔ دنیا کی قدیم ترین زبانوں سے واقفیت رکھتے ہیں۔

www.Paksociety.com

پراسرار علوم سے ان کی دلچسپی حد سے زیادہ بڑھتی ہوئی ہے ایسے ایسے علاقوں کی سیر کر چکے ہیں کہ ابھی انسانی قدم وہاں نہیں پہنچ سکے۔ بہترین شکاری ہیں نشانہ بازی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے یہ مختصر سی باتیں ہیں جو میں نے تمہیں بتا دیں۔"

"خوشی ہوئی آپ سے مل کر شارق صاحب میرے لائق کوئی خدمت"،

"خدمت انسپکٹر خادم نہیں یہ آپ کے سپرد نہیں کی جا سکتی اندر تشریف لائیے"، شارق نے مسکراتے ہوئے کہا اس کے دانت بھی مضبوط اور چمکدار تھے۔ انسپکٹر خادم ان دونوں کے ساتھ اندر داخل ہو گیا ڈرائنگ روم میں انہیں پروفیسر تاثر نے صوفے پر بیٹھنے کی پیش کش کی اور پھر بولے۔

"مسٹر شارق دیس دیس کی کہانیاں سناتے ہیں۔ ان ویرانوں کی بھی جہاں ابھی انسانی قدم نہیں پہنچے لیکن انہوں نے مجھے جو کہانی سنائی ہے وہ اتنی دلچسپ ہے کہ میں تمہیں اس میں شامل کئے بغیر نہیں رہ سکتا"

"اوہ ہو کیا کہانی ہے وہ" انسپکٹر خادم نے دلچسپی سے پوچھا۔

"پہلے آرام تو کر لو"، پروفیسر تاثر بولے۔

"نہیں پروفیسر پولیس والا ہوں ہماری قسمت میں آرام کہاں ہوتا ہے۔"

"انسپکٹر خادم میں آپ کا وقت برباد نہیں کروں گا۔ پروفیسر نے آپ کے بارے میں مشورہ دیا تھا۔ میں نے سوچا کیوں نہ آپ سے مدد لی جائے۔"

"جی فرمائیے خیریت ہے۔ کیا بات ہے"

"اگر میں آپ کو ایک پراسرار کہانی سناؤں تو آپ کو تعجب تو نہیں ہوگا۔ انسپکٹر خادم آپ یقین کر لیں گے اس پر۔؟"

"شارق صاحب آپ کی شخصیت اتنی شاندار ہے کہ میں آپ سے جھوٹ کا گمان بھی نہیں کر سکتا"

"اس اعتماد کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں بہر طور یہ ایک طویل کہانی ہے۔ غالباً اب سے بیس سال پہلے کی بات ہے کہ میں صحرائے اعظم افریقہ کے ایک پُراسرار خطے میں جا نکلا بڑی ہولناک زمین تھی یہ میں راستہ بھول کر اس طرف جا نکلا تھا۔ اور پھر میں سانپوں کی سلطنت میں جا پہنچا تھا۔"

"کہاں" انسپکٹر خادم نے پوچھا۔"

"وہاں سرزمین افریقہ لاتعداد پراسرار کہانیوں کا مرکز ہے۔ انسان وہاں جدید روشنی نہیں پہنچا سکا۔ وہاں ابھی تک جہالت کا دور ہے۔ لوگ درختوں پر رہتے ہیں۔ پہاڑوں پر رہتے ہیں۔ زمین کی گہرائیوں میں رہتے ہیں۔ وہ بالکل غیر انسانی زندگی گزارتے

ہیں۔ وہاں کی پراسرار داستانوں میں بہت سی کہانیاں ایسی ہیں۔ جن پر آج بھی لوگ یقین نہیں کر سکتے ان داستانوں میں ایک داستان یہ ہے کہ ایک علاقے پر وہاں سانپوں کی حکومت تھی"۔

"اچھا پھر کیا ہوا"۔ انسپکٹر خاور نے پوچھا۔

"جس طرح انسانوں کے درمیان پیچیدگیاں چلتی رہتی ہیں اس طرح غیر انسانی حکومتوں میں بھی یہ سب ہنگامے ہوتے رہتے ہیں۔ سانپوں کا شہنشاہ میرا دوست بن گیا تھا کیونکہ میں اُن سے ان کی زبان میں گفتگو کر سکتا تھا۔ پروفیسر شماٹر بھی بہت سے جانوروں کی زبانیں جانتے ہیں۔ لیکن سانپ کی پھنکار میں جو عبارت ہوتی ہے اُسے شاید پروفیسر شماٹر بھی نہیں سمجھ سکیں۔ بہر طور مجھے وہاں ایک کہانی معلوم ہوئی۔ سانپوں کے شہنشاہ جوکارہ کے خلاف ایک سازش ہورہی تھی یہ سازش اُس کا بھائی کر رہا تھا۔ جوکارہ کا بھائی فومہ بہت ہی شیطان صفت سانپ تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ جوکارہ کی حکومت آگے بڑھے اور اس کے بچے اس کے بعد اس کی حکومت کی سرداری سنبھال لیں۔ کچھ پراسرار جادوگروں سے مل کر ایک سازش کی گئی۔ اور اُس کے دونوں بچوں کو اغوا کرا دیا۔ اغوا کرنے والے ایک ہماری ہی دنیا کا آدمی تھا جسے کچھ ہیرے دے کر راضی کر لیا گیا تھا۔ کہ وہ جوکارہ کے بچوں کو انسانی شکل میں لے جائے اور مہذب دنیا میں چھوڑ دے یا قتل کر دے

اُس شخص نے ہیروں کے لالچ میں یہ بات قبول کر لی۔ اور ان بچوں کو اپنے جہاز میں لے کر مہذب دنیا میں آگیا۔ یہاں اس نے اپنا بہت بڑا کاروبار شروع کیا اور بہت بڑا آدمی بن گیا۔ جوکارہ کو اپنے علم کے زور سے کچھ معلومات ہو چکی تھیں۔ اس لیے کاراکائی نامی ایک ناگن کو بھیج دیا۔ اور اس نے کہا کہ وہ مہذب دنیا میں اس کے بچوں کو تلاش کرے۔ کاراکائی بیچاری بہت طویل سفر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ زمین کے نیچے۔ ۔ ۔ کرتی ہوئی بالآخر اس جگہ پہنچ گئی جس جگہ یہ دونوں بچے مقیم تھے۔ وہ شخص ابھی ان دونوں بچوں کو کسی خاص جگہ نہیں رکھ سکا تھا۔ کہ کاراکائی کے ہاتھوں وہ لڑکا لگ گیا جو جوکارہ کا بیٹا تھا۔ کاراکائی اس لڑکے کو لے کر روپوش ہو گئی۔ اُس شخص نے لڑکے کو بہت تلاش کیا۔ مگر پھر یہ سوچ کر کہ وہ کہیں مر کھپ گیا ہو گا۔ وہ خاموش ہو گیا۔ اور سانپ کی بیٹی کی پرورش کرنے لگا۔ اس نے چونکہ سانپ کی بیٹی کو انسانی شکل میں حاصل کیا تھا۔ اس نے اسی شکل میں اُس کی پرورش شروع کر دی اور طویل وقت گزر گیا۔ جوکارہ بیچارہ بوڑھا ہو چکا تھا۔ چنانچہ اُسے اس کی سلطنت سے معزول کر دیا گیا۔ اور فومہ نے وہاں اپنی اولاد کو قابض اور حکمران کر دیا۔ جوکارہ نے اپنے علم سے یہ بات تو کہہ دی تھی کہ فومہ کی اولادیں حکمران تو بن جائیں گی لیکن وہ سانپ کی شکل میں نہیں رہ سکتی ہیں۔ اس نے انہیں دیکھا اور ڈھانچوں کی شکل میں۔ ۔ ۔ ۔ تبدیل کر دیا اور اُس کے بعد

صورت حال یہ ہوگئی کہ وہاں جتنے بھی لوگ تھے وہ ڈھانچوں کی شکل میں تبدیل ہو گئے۔ یہ جوکارہ کا علم تھا۔ جس نے یہ کام کیا تھا۔ فومہ کو اس میں بھی کوئی اعتراض نہیں تھا۔ وہ اپنی اولاد کو ڈھانچوں کی شکل میں حکمرانی کرتے دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ جوکارہ مارا مارا پھرتا رہا اور پھر ایک دفعہ میری اس سے ملاقات ہو گئی۔ میں نے اُسے اس حالت میں دیکھ کر اس سے اظہار ہمدردی کی تو اس نے مجھے اپنی کہانی سنا دی

اس نے مجھے اپنے علوم بھی دیئے اور مجھ سے کہا کہ مہذب دنیا میں میں اس کے بچوں کو تلاش کروں اور انھیں کسی طرح واپس لے آؤں میں نے جس قدر معلومات حاصل کی تھیں ان سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ وہ بچے اس ملک میں موجود ہیں۔ اور ابھی یہ سوچ رہا تھا کہ کسی طرح فومہ کو بھی یہ علم ہو گیا کہ ان بچوں کی تلاش کی جا رہی ہے۔ چنانچہ اس نے ایک ٹمبو نامی سانپ کو یہاں بھیجا۔ اس نے ٹمبو کو...... مجبور کیا تھا کہ جوکارہ کے بچے تارک اور سندا کو اس سے پہلے تلاش کر کے یہاں لے آئے۔ اُدھر کاراکائی جس کے پاس جوکارہ کا بیٹا موجود تھا۔ وہ جوکارہ کے بیٹے کی اس انداز میں پرورش کر رہی تھی کہ وہ بڑا ہو کر اپنے باپ کی حکومت واپس لے۔ ابھی اُسے اپنی دنیا میں پہنچنے کی اجازت نہیں تھی۔ یہ حکم اُسے جوکارہ ہی نے دیا تھا۔ وہ سندا کی تلاش میں بھی تھی۔ لیکن سندا اُسے نہیں ملی تھی۔ پھر اُسے پروفیسر ٹمبو کا پتہ چلا۔ پروفیسر ٹمبو کے لیے فومہ نے اذیت ناک سانپوں کا بندوبست کیا تھا۔

وہ خود بھی ایک سانپ کی شکل میں آ چکا تھا۔ فومہ بہت شیطان صفت سانپ ہے۔ وہ ٹمبو کو ہمیشہ اس بات کے لیے آمادہ کرتا تھا کہ اُس کی آنکھیں جو کچھ دیکھیں فومہ کو اس کی رپورٹ پیش کریں۔ اس وقت فومہ کو پتہ چلا کہ یہاں کاراکائی بھی موجود ہے۔ کاراکائی بہت پُراسرار قوتوں کی مالک تھی۔ جوکاراکائی نے اسے اپنے کام کیلئے منتخب کیا تھا۔ اس لیے فومہ یہاں سے...... فرار ہو گیا۔ اسی دوران کاراکائی کو پتہ چلا کہ ٹمبو یہاں آیا ہوا ہے۔ اور اُس نے ٹمبو سے بات کرنے کے لیے اُسے اپنے پاس بلایا۔ لیکن پتہ یہ چلا کہ اُس خطرناک انسان نے جو فومہ کا ساتھی تھا اور اس کے بچوں کو لے آیا تھا۔ اُس نے ٹمبو اور کاراکائی دونوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ اور اس طرح ان کی کہانی ختم کر دی اور اب وہ خوفناک انسان یہاں سے بھاگ جانے کی فکر میں ہے۔ اور انسپکٹر خادم میں نے پروفیسر ٹاٹر کے ذریعے آپ کو تکلیف دی ہے کہ آپ اُٹھیں اور اس آدمی کا پیچھا کریں اور اُسے کسی قسم کی کارروائی سے روکیں۔ اُس نے ہیروں کے لالچ میں ایک سلطنت اجاڑ دی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جوکارا کو اس کی بیٹی اور بیٹا مل جائے"۔ انسپکٹر خادم پاگلوں کی طرح یہ کہانی سن رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہے۔ یہ کوئی عقل میں آنے والی بات نہیں تھی۔ لیکن ایک ذہین اور سمجھ دار آدمی یہ کہہ رہا تھا۔ تو اسے ان کی باتوں پر یقین کرنا ہی پڑا۔

"اور آپ کو یہ تمام باتیں کیسے معلوم ہو گئیں جناب ٹمبو اور اس شخص

کے بارے میں تفصیلات کیسے معلوم ہو گئیں؟"

"ممبرِ اعلم۔ میں نے بھی ان علوم پر کافی مشق کی ہے۔" انسپکٹر خادم
لیکن بہت سے معاملات ایسے ہیں جن میں براہ راست دخل نہیں دے
سکتا اسی لیے مجھے چند ذہین لوگوں کی ضرورت محسوس ہوئی پروفیسر
شاطر میرے بہترین دوست ہیں۔ ان سے اچھا آدمی مجھے اور کوئی نظر
نہ آیا۔ چنانچہ میں نے ان سے مدد کی درخواست کی اور انھوں نے تمھارا
نام لے دیا۔"

"ولیکن کیا آپ کو یہ معلوم ہے کہ وہ پراسرار شخص کون ہے۔ جو ان
دونوں بچوں کو لے آیا تھا۔؟"

"جی ہاں مجھے علم ہے اس شخص کا نام پرنس درّانی ہے۔ یہ ایک
بہت بڑا شکاری ہے اور شکار کرتا ہوا افریقہ کے اُن حصّوں میں جا نکلا تھا

"پرنس درّانی" انسپکٹر خادم کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"جی ہاں! کیا آپ اُسے جانتے ہیں؟"

"آگے کہیئے آگے کہیئے اور کیا واقعات ہیں؟"

"اور کچھ واقعات نہیں ہیں۔ وہ عورت جو کارا کائی تھی۔ اب ماری
جا چکی ہے۔ اس نے یہاں شادی کر لی تھی کسی میجر ستار سے اس لیے کہ
وہ جو کارا کے بیٹے کی پرورش کر سکے۔"

"اوہ جو کارا کے بیٹے کا نام حارث ہے"

"ہاں اُس کے بیٹے کا نام حارث ہے۔"

"تب تو، تب تو وہ عورت ستارہ ہی تھی" انسپکٹر خادم نے کہا۔

"ہاں وہ ستارہ کے نام سے ہی مقیم تھی۔ کیا آپ پرنس درّانی
جانتے ہیں؟"

"جی ہاں جانتا ہوں اور ہوا اس کی بیٹی کا نام نازیہ ہے۔"

"یہ نازیہ ہی سانپ کی بیٹی ہے۔ آپ تو بہت واقفیت رکھتے
ں انسپکٹر خادم" شارق نے کہا۔

"میں نہ کہتا تھا انسپکٹر خادم کے آتے ہی بہت سے معاملات چٹکی
تے ہی حل ہو سکتے ہیں۔ بلکہ میں اس سلسلے میں آپ کو ایک مشورہ اور
ں گا۔ مسٹر شارق انسپکٹر خادم کے ساتھ جاسوس اینڈ کمپنی کے نام سے
ہ بچے بھی کام کرتے ہیں یہ بچے یوں سمجھیں کہ آفت کے بیٹے ہیں۔"

"اگر ایسی بات ہے تو میں ان بچوں کو بھی اس کیس میں شریک کر لیتا
ں عام لوگ یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ یہ چھوٹے چھوٹے سے بچے کسی
س سلسلے میں کام کر رہے ہیں۔"

"کہاں کی بات ہے حارث کا کوئی پتہ چلا کہ وہ کہاں ہے؟"

"ہاں حارث کو میں حاصل کر چکا ہوں" شارق نے جواب دیا۔

"کیا؟" انسپکٹر خادم اچھل پڑا۔

"ہاں حارث یہاں پروفیسر شاطر کی کوٹھی میں موجود ہے۔ کارا کائی کی
ت کے بعد وہ سخت پریشان ہو گیا تھا اور در بدر مارا مارا پھر رہا تھا مجھے
س کے بارے میں علم ہو گیا اور میں نے اسے فوراً اپنے قبضے میں لے لیا۔"

"کہاں ہے حارث؟"!

"اسی کوٹھی میں ایک کمرے میں مقیم ہے۔ لیکن وہ بیچارہ بہت نڈھ

اور پریشان ہے۔"

"آپ نے اُسے ساری کہانی سنادی؟"

"یہ ساری کہانی تو اُسے کاراکائی ہی نے بتادی تھی۔ کاراکائی چاہتا

کہ اُسے حالات سے آگاہ رکھے اور ایک مناسب وقت پر اُسے ڈھا

کی سلطنت میں واپس لے جائے۔"

"کمال کی بات ہے اس سے زیادہ پراسرار کہانی میں نے پہلے کبھی

نہیں سنی۔"

"ٹھیک ہے نہ اسی لیے میں نے تمہیں بلایا بھی تھا" پروفیسر شما

نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کمال کی بات ہے جناب ذرا ایک منٹ ٹھہر جائیے میں ذرا ا

بچوں کو ٹیلی فون کردوں اور انھیں بھی یہاں بلالوں۔ ابھی تھوڑی دیر قبل

میں نے اُن سے رابطہ قائم کر کے انھیں ہدایت جاری کی تھی اور یہ ہدا

پرنس ورّانی ہی کے بارے میں تھیں۔"

"بلا لیجیے بلا لیجیے مجھے بھی اُن سے مل کر خوشی ہوگی"، شارق

کہا اور انسپکٹر خادم جاوید، ساجد اور اسلم کو جگہ جگہ تلاش کرنے لگا

جاوید کو کوٹھی میں ٹیلی فون پر بلالیا اور اُس سے کہا کہ فوراً اسلم اور ساجد

ساتھ پروفیسر شماٹر کی کوٹھی پر پہنچ جائیے۔

"ارے انکل ابھی تو آپ سے ہماری ملاقات کو زیادہ دیر بھی نہیں

ہوئی۔ یہ آپ پروفیسر شماٹر کی کوٹھی پر کیسے پہنچ گئے؟"

"تفصیلات تمہیں یہیں آکر بتائی جائیں گی فوراً آجاؤ۔"

"تو پھر میں ابھی آرہا ہوں"۔ جاوید نے جواب دیا۔ انسپکٹر خادم نے

فون بند کر کے شارق اور پروفیسر شماٹر کی طرف دیکھا اور کہا۔

"بچے بھی آرہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے ہاں تو انسپکٹر خادم میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کسی طرح پرنس

ورانی سے تازیہ کو بھی حاصل کرلیں تاکہ اُس کے بعد ہم ان دونوں بچوں کو

لے کر یہاں سے روانہ ہوجائیں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں انسپکٹر

خادم کے اس سلسلے میں جو بھی اخراجات ہوں گے یا جو بھی آپ کا معاوضہ

ہوگا میں اس کو ادا کرنے کا مجاز ہوں گا۔"

"یہ کہانی اتنی دلچسپ ہے کہ میں خود بھی اس پر کام کرنے کے لیے تیار

ہوں اس میں معاوضے وغیرہ کا کیا سوال۔"

"اس کے باوجود کیونکہ یہ ایک غیر سرکاری کام ہے۔ اس لیے آپ

کو معاوضہ تو لینا ہی ہوگا۔"

"مجھے کسی معاوضے کی ضرورت نہیں بہر طور یہ ایک دلچسپ کہانی

ہے میں اس کا ایک کردار بن کر خوشی محسوس کروں گا۔ بلکہ مجھے یقین ہے

کہ بچوں کو بھی اس سلسلے میں دعوت دوں گا تو وہ بھی تیار ہوجائیں گے۔"

آپ انہیں ضرور تیار کیجیے گا ہم ایک بہت دلچسپ سفر کریں گے

میں آپ کو افریقہ کے اُن پُراسرار خطوں کی سیر کراؤں گا جہاں ابھی انسانی قدم نہیں پہنچے" شارق نے کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد جاوید، ساجد اور اسلم وہاں پہنچ گئے۔ شارق نے ان سے پرجوش انداز میں مصافحہ کیا تھا۔ پھر جب یہ پوری کہانی انہیں سنائی گئی تو اُن کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئیں۔ جاوید مسرور لہجے میں بولا۔

"اوہ انکل یہ کہانی تو بے حد دلچسپ ہے۔"

"لیکن جاوید میاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ اپنی سسٹر نازیہ کو کیسے قبضے میں کریں گے؟"

"کمال کی بات ہے ہم تو اُن سے ملنے ہی جا رہے ہیں۔ پرنس درانی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے کہ یہ کہانی درمیان میں آگئی۔"

"آپ اب بھی ان سے ملنے جائیں گے۔ لیکن انہیں اپنے ساتھ لانے کے لیئے سمجھے جاوید۔"

"لیکن یہ تجربہ کیسے ہوا انکل کہ نازیہ سانپ ہے۔"

"اس کی ترکیب میں تمہیں بتا سکتا ہوں۔" شارق بولا۔

"وہ کیا؟"

"ایک منٹ" شارق اپنی جگہ سے اٹھا اور پھر وہ ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر نکال لایا۔ پھر بولا۔

"اس ننھے سے ٹیپ ریکارڈر میں بین کی آواز بھری ہوئی ہے

آپ یہ بین کی آواز کسی طرح نازیہ کو سنا دیئے ساری حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔" جاوید نے خوش ہو کر وہ ٹیپ ریکارڈر اپنے پاس رکھ لیا تھا۔

"تو پھر ہم اپنی ڈیوٹی پر جائیں؟"

"ہاں جاوید میاں اب تمہیں یہ کام فوراً ہی کرنا ہے۔ ہم اس دلچسپ کہانی کے لیے خود کو ضرور تیار کریں گے۔ آپ لوگ یہ بتائیے کہ کیا آپ لوگوں کو اپنے والدین سے سفر کرنے کی اجازت مل جائے گی؟"

"انکل یہ اجازت تو آپ ہی لے سکتے ہیں۔" جاوید بولا۔

"ٹھیک ہے میں خود محمود علی صاحب اور ساجد اور اسلم کے والد سے بات کر لوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ اس پر اعتراض نہیں کریں گے۔"

"لیکن میں ایک بات بتا دوں انکل کوئی نہ کوئی بہانہ کرنا پڑے گا اُن سے۔ سانپوں کی سلطنت میں تو وہ ہمیں کبھی نہیں بھیجیں گے"

"ٹھیک ہے بھئی تمہارے لیے اگر جھوٹ بھی بولنا پڑا تو بولوں گا۔" انسپکٹر خادم نے کہا۔

"تو ہمیں اجازت دیجیے۔ ہم اپنی مہم پر روانہ ہوتے ہیں۔ اور انکل شارق آپ سے مل کر ہمیں واقعی خوشی ہوئی ہے یہ آپ کا سیاہ نیولا کیا چیز ہے؟"

"یہ نیولا اتنی بڑی چیز ہے بیٹے کہ تم اس کے کارنامے سن کر حیران رہ جاؤ گے۔"

"ہم اس کے کارنامے ضرور سنیں گے۔ پہلے اپنا کام انجام دے لیں۔"

جاوید ساجد اور اسلم نے کہا۔ اور اس کے بعد وہ وہاں سے اٹھ کر واپس چل پڑے۔ انسپکٹر خادم دیر تک شارق سے باتیں کرتا رہا تھا۔

. . . . . .

پرنس درانی کے بارے میں تو کوئی پتہ نہیں چل سکا کہ وہ کوٹھی میں موجود ہے یا نہیں۔ لیکن جب بچوں نے نازیہ کے بارے میں پوچھا تو ملازم نے بتایا کہ مس نازیہ اندر ہیں۔ وہ تینوں بچے اندر داخل ہو گئے۔ چند لمحات کے بعد وہ نازیہ کے بیڈ روم کے دروازے پر کھڑے دستک دے رہے تھے۔

"کون ہے بھئی، اندر آجاؤ۔" نازیہ کی آواز ابھری اور جاوید دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے ساجد اور سب سے پیچھے اسلم داخل ہوا تھا۔ نازیہ نے ان تینوں کو دیکھا تو خوشی سے اچھل پڑی۔

"ارے تم لوگ۔ میں سمجھی تھی گھر کا کوئی ملازم ہوگا۔"

"ہم بھی آپ کے ملازم ہی ہیں مسٹر نازیہ۔"

"نہیں نہیں بھئی کیسی باتیں کر رہے ہو واقعی تم لوگ خوب آئے تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی ہے۔ پتہ نہیں کیوں تم مجھے اتنے پسند آئے ہو۔" نازیہ نے کہا۔ اور جاوید جھک جھک کر اسے آداب کرنے لگا۔

"آؤ بیٹھو۔" نازیہ اُن کی آمد سے بہت زیادہ خوش ہوئی تھی اس کے اندر بھی بچوں جیسی معصومیت ہی تھی اُس نے فوراً ملازم کو بلانے کے لیے گھنٹی بجائی اور ملازم اندر آ گیا۔

"دیکھو بچوں کے لیے جتنی بھی چیزیں ہیں لے آؤ اور بہت اچھی سی چائے بنا کر لاؤ۔" اس نے حکم دیا اور ملازم چلا گیا۔

"واہ مسٹر آپ تو بہت شاندار ہیں۔" اسلم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں کیوں شاندار ہوں میں۔"

"جب کہ دیکھیے نا آپ ہماری اتنی خاطر مدارات کر رہی ہیں۔ جو لوگ کسی کی خاطر مدارت کرتے ہیں وہ لوگ بہت شاندار ہوتے ہیں۔"

"تم بہت شریر معلوم ہوتے ہو۔ تمہارے چہرے ہی سے معلوم ہوتا ہے۔"

"کیا کروں مسٹر دراصل میرا چہرہ ہی غلط بن گیا ہے۔"

"کیا مطلب۔"

"بس اب فرشتوں کو تو غلط کہہ نہیں سکتا۔ کیونکہ وہ کوئی غلطی نہیں

کرتے ۔ بس سمجھ میں نہیں آتا۔ حالانکہ مجھ جیسا شریف آدمی اس روئے زمین پر نہیں ہو گا۔"

"ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے" جاوید نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"کیا واقعی مگر چہرے سے تو شریر معلوم ہوتے ہیں"

"بس چہرے پر تو یہ شرارت یا نحوست برستی ہی رہتی ہے"

"کیا کہا نحوست" اسلم چونک کر بولا۔

"ہاں ہاں شرارت کا دوسرا نام نحوست ہے" جاوید نے کہا

"دیکھئے سسٹر جلتے ہیں۔ یہ دونوں مجھ سے دونوں میری شکل سے جلتے ہیں"

"نہیں نہیں بھئی کوئی نہیں جلتا۔ بیٹھو تم لوگ کہاں سے آرہے ہو"

"بس سسٹر نازیہ آج آپ سے ملنے کو دل چاہا تو چلے آئے آپ کی کسی مصروفیت میں تو دخل انداز نہیں ہوئے" جاوید نے پوچھا

"نہیں بھائی میں تو بہت بور رہتی ہوں دراصل میری فطرت کچھ عجیب سی ہے حالانکہ میری بہت سی سہیلیاں ہیں مگر سب کو یہ شکایت ہے کہ میں خود کو لئے دیئے رکھتی ہوں"

"کہاں رکھتی ہیں" اسلم نے پوچھا۔

"کہیں نہیں رکھتی تم خاموش بیٹھو میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں تم بہت شریر آدمی معلوم ہوتے ہو"

"آدمی نہیں سسٹر بچہ کہیئے"

"خیر اب اتنے بچے بھی نہیں ہو بہرحال میں تم سے کہہ رہی تھی کہ میں لوگوں سے مل بھی نہیں پاتی اور بور بھی ہوتی رہتی ہوں حالانکہ میری دوست چاہتی ہیں کہ میں ان کے ساتھ ہنسوں بولوں"

"تو آپ ہنسا بولا کریں نا" اسلم نے کہا۔

"بس میری طبیعت ہی ایسی ہے"

"کچھ خراب ہے آپ کی طبیعت" اسلم بولا اور نازیہ ہنسنے لگی پھر اس نے جاوید سے پوچھا۔

"اور جاوید میاں کیا کیا مشغلے ہیں آپ لوگوں کے آپ نے ہماری مدد کر کے ہمارے اوپر بڑا احسان کیا تھا"

"بار بار اس کا تذکرہ کر کے شرمندہ نہ کیا کریں سسٹر جب ہم آپ کو سسٹر کہتے ہیں تو پھر تکلفات کی گنجائش کہاں باقی رہتی ہے"

"اچھا ٹھیک ہے تمہارا بہت بہت شکریہ ہاں تو میں پوچھ رہی تھی کیا کرتے ہو تم لوگ"

"بس پڑھتے ہیں سسٹر اور کبھی کبھی جاسوسی بھی کر لیتے ہیں"

"کیا جاسوسی بھی کرتے ہو تم لوگ"

"ہاں بس شوق ہے وہ ہمارا"

"وہ بھلا کیسے کرتے ہو"

"بس خود بخود ہو جاتا ہے" اسلم پھر بولے بغیر نہ رہ سکا۔ اور نازیہ ہنسنے لگی۔

"بہر طور بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر"

"سسٹر آپ ہمیں اپنے بارے میں کچھ نہیں بتائیں گی"

"لو میں اپنے بارے میں کیا بتاؤں تمہیں؟"

"مطلب یہ کہ آپ کی ممی، آپ کے ڈیڈی، آپ کے بہن اور بھائی" جاوید نے سوال کیا۔ اور نازیہ کسی سوچ میں ڈوب گئی اس کی پیشانی پر الجھن کی لکیریں نمایاں ہو گئی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا۔

"میں تم لوگوں کو اپنا دوست سمجھتی ہوں پتہ نہیں تم لوگ کیوں مجھے اتنے زیادہ پسند آئے ہو۔ میں تمہیں اپنے بارے میں کیا بتاؤں۔ جب کہ میں خود اپنے بارے میں آج تک کچھ نہیں سمجھ سکی"

"واہ یہ ہوئی نہ بات" اسلم بولا۔

"کیوں اس میں کوئی خاص بات ہے کیا"

"نہیں سسٹر بس ایسے ہی" اسلم نے چھت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ نازیہ کے چہرے پر اس بار ہنسی نمودار نہیں ہوئی تھی۔ وہ پریشان نگاہوں سے انہیں دیکھتی رہی پھر بولی۔

"میرے دماغ میں طرح طرح کے خیالات آتے ہیں۔ پتہ نہیں کیسی کیسی تصویریں ابھرتی رہتی ہیں میرے ذہن میں۔ جنگل، دریا،

پہاڑ اور نہ جانے کیا کیا میں یہ محسوس کرتی ہوں جیسے میں اس دنیا کی نہیں ہوں۔ مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں راستہ بھٹک کر کہیں اور پہنچ گئی ہوں میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنی دنیا میں واپس چلی جاؤں۔ لیکن وہ دنیا کون سی ہے۔ کہاں ہے۔ اس کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں ہے"

"و آپ کی ممی"

"میں نے ممی کو کبھی نہیں دیکھا۔ بس ڈیڈی ہی کو دیکھا ہے۔ انہوں نے میری پرورش کی۔ وہی ہمیشہ میرا ہر طرح سے خیال رکھتے ہیں"

"آپ کے ڈیڈی بہت اچھے انسان ہیں"

"ہاں بہت اچھے انسان ہیں شاید لیکن افسوس ہمارے درمیان کوئی بہت گہرا رابطہ نہیں قائم ہو سکا"

"آپ کے اور بہن بھائی"

"ہیں تو سہی لیکن ان سے میری زیادہ دوستی نہیں ہے۔ سب مجھ سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔ اور میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ وہ اس گھر میں نہیں رہتے"

"و کیا مطلب؟"

"میں نے کہا نہ کچھ ایسے ہی معاملات ہیں ہمارے شاید وہ میری ممی کی اولاد نہیں ہیں۔ ڈیڈی یہی کہتے ہیں"

"اچھا اچھا" جاوید نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"و گویا آپ کے سوتیلے بہن بھائی ہیں وہ"

"ہاں ڈیڈی بھی مجھ سے ہی زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں اور مجھ سے ہی پیار کرتے ہیں۔ میں اگر انہیں کسی سلسلے میں مجبور کرتی ہوں تو ہو جاتے ہیں پچھلے دنوں جیسے ہم نے تم کو بتایا پروفیسر ممبو کے شو میں میں ہی ان کے ساتھ جاتی تھی۔ جب کہ دوسرے لوگوں کو انہوں نے کبھی ساتھ نہیں لیا۔"

"اچھا اچھا بڑی خوشی کی بات ہے۔ آپ سے مل کر سسٹر نازیہ ویسے یہ خواب آپ کیوں دیکھتی ہیں۔ کبھی آپ نے اس پر غور کیا؟"

"غور بہت کیا ہے میں نے مگر سمجھ نہیں پائی نہ ہی ڈیڈی نے مجھے اس سلسلے میں کچھ نہیں بتایا بلکہ ناراض ہو جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ میں ایسے خواب نہ دیکھا کروں۔ اب بھلا بتاؤ خواب دیکھنے پر بھی کوئی پابندی لگا سکتا ہے۔ خواب تو خود بخود ذہن میں آتے ہیں۔"

"ہاں سسٹر میں بھی ایک خواب دیکھتا رہتا ہوں۔" اسلم نے کہا۔

"کیا؟"

"میں خواب میں ہمیشہ یہ دیکھتا ہوں کہ میں ایک درخت ہوں میری شاخوں سے بندر لٹکے ہوئے ہیں۔"

"کیا لٹکے ہوئے ہیں؟"

"بندر بالکل پکے پھلوں کی طرح جب تیز ہوائیں چلتی ہیں۔ تو یہ بندر میری شاخوں سے نیچے گر پڑتے ہیں۔ لیکن پھلوں کی طرح وہ زمین پر پڑے نہیں رہتے بلکہ میرے تنے سے چڑھتے ہوئے پھر شاخوں سے آ لٹکتے ہیں۔"

"اچھا اچھا تمہارے خواب بھی تمہاری طرح اوٹ پٹانگ ہوتے ہوں گے۔"

"میں اوٹ پٹانگ ہوں" اسلم برا مان کر بولا۔

"واہ واہ سسٹر آپ نے ایک نیا نام اُسے دے دیا۔ اب اسے اسلم کے بجائے ہم اسے اوٹ پٹانگ کہیں گے۔

"کہہ کر دیکھنا میں تمہیں کیا کیا کہتا ہوں۔ پھر اس کا بھی خیال رکھنا" اسلم نے گھونسہ تان کر کہا نازیہ ایک بار پھر ہنسنے لگی تھی۔ دفعتاً جاوید نے کہا۔

"سسٹر یہ بتائیے آپ کو موسیقی سے کچھ دلچسپی ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں میں اکثر ریکارڈ سنتی رہتی ہوں۔ مجھے اچھے گانے پسند آتے ہیں۔"

"تو پھر ہم ایک ریکارڈ آپ کو سنائیں گے" جاوید نے کہا۔

"ضرور سنا تمہارا پسندیدہ ریکارڈ ہو گا۔"

"جی سسٹر" جاوید نے جواب دیا دفعتاً اسلم نے دخل دیا۔

"اے جاوید عقل کے ناخن تو میرا مطلب ہے عقل میں ناخن لگواؤ ابھی ہم آئے ہیں کچھ کھا پی لیں۔ اس کے بعد سسٹر نازیہ کو اپنا ریکارڈ سنائیں گے۔" اسلم کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ اگر گڑبڑ ہو گئی جیسا کہ شارق نے کہا تھا۔ تو پھر کھانے پینے کی چیزیں ماری جائیں گی۔ جاوید نے

اُسکی بات سمجھ کر مسکرانے لگا تھا۔ پھر اُس نے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر اسلم بیٹھو۔ پہلے تم اپنے حلق تک بھر لو، اس کے بعد ہم مسٹر نازیہ سے دوسری باتیں کریں گے"، اسلم خاموشی سے جاوید کی شکل دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد ملازم نے آکر اطلاع دی کہ ڈائننگ ٹیبل پر چائے لگا دی گئی ہے۔

"آؤ بچو"۔ نازیہ نے کہا اور چاروں اٹھ کر ڈائننگ روم میں داخل ہو گئے۔ واقعی پوری میز بھر دی گئی تھی، بہترین قسم کے ڈرائی فروٹ پھل، بسکٹ اور نہ جانے کیا کیا چیزیں تھیں۔

"ارے مسٹر آپ نے تو بے پناہ تکلیف کر ڈالی"، جاوید نے کہا

"کوئی ہرج نہیں ہے آخر مسٹر ہیں ہماری"، اسلم بولا۔ اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

"اس سلسلے میں یہ لڑکا مجھے پسند آیا ہے"۔ نازیہ نے کہا اور خود اُن لوگوں کے سامنے پلیٹیں بڑھانے لگی، جاوید، ساجد نے تو ذرا احتیاط سے کھایا، لیکن اسلم ان سب کو بھول گیا تھا۔ اور خوب لمبے لمبے ہاتھ مار رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُن لوگوں نے چائے وغیرہ پی اور پھر وہ اپنے کام کے لئے تیار ہو گئے۔

"آیئے مسٹر وہیں بیڈ روم میں چلتے ہیں"، جاوید بولا۔

"ہاں آؤ"، تھوڑی دیر کے بعد وہ واپس بیڈ روم میں آ بیٹھے۔

"ہاں تم کیا کہہ رہے تھے۔ کسی پسندیدہ ریکارڈ کے بارے میں بات کر رہے تھے نہ تم" نازیہ نے کہا۔

"ہاں مسٹر یہ دیکھئے ہمارے پاس چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر ہے"۔ جاوید نے اپنے لباس میں سے وہ چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر نکال کر نازیہ کے سامنے رکھا جو اُسے انکل شارق نے دیا تھا۔

"اوہ ہو یہ تو بہت خوبصورت ہے۔ اتنا چھوٹا سا، کیا اس کی آواز بالکل درست ہے"، نازیہ نے پوچھا۔

"ہاں مسٹر بالکل بڑے ٹیپ ریکارڈر کی آواز کی طرح"، جاوید نے کہا۔

"تو پھر اسے آن کر دو"۔ نازیہ نے کہا اور جاوید نے ٹیپ ریکارڈر اس کے ہاتھ سے لے لیا۔ وہ کیسٹ ریوائنڈ کرنے لگا تھا۔ جب کیسٹ ریوائنڈ ہو گیا تو اس نے پلے بٹن دبا دیا۔ چند لمحات سرسراہٹ کے بعد بین کی مدھر آواز ابھرنے لگی، آہستہ آہستہ یہ آواز ابھرتی جا رہی تھی۔ جاوید نے خاصی تیز آواز کھولی اور بین بھی اتنی خوبصورت بج رہی تھی کہ سب پر سحر سا طاری ہوا جا رہا تھا۔ دفعتاً جاوید نے نازیہ کا چہرہ زرد ہوتے دیکھا۔ اس کے چہرے پر ہیجان کے آثار تھے۔ لیکن اس نے اپنے آپ کو سنبھالے رکھا۔ نازیہ کی شخصیت اُسے پسند آئی تھی بڑی محبت کرنے والی لڑکی تھی اور بڑے پیار سے اُس نے ان لوگوں کو خوش آمدید کہا تھا۔ لیکن انکل شارق نے بھی جو کچھ کہا تھا اس کا تجزیہ کرنا بھی ضروری تھا چنانچہ جاوید نے ٹیپ ریکارڈ چلنے

دیا۔ اور ٹیپ ریکارڈر سے آہستہ آہستہ بین کی آواز بلند ہوتی چلی گئی
بین اب ایسے مسحور کن انداز میں بج رہی تھی۔ کہ سننے والوں پر سحر سا طاری
ہوتا جا رہا تھا۔ دفعتاً نازیہ اپنی جگہ سے اٹھی اور نیچے زمین پر دوزانو
جا بیٹھی اس کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے وہ سو رہی ہو پھر
اُس نے آہستہ آہستہ جھومنا شروع کر دیا۔ بین کی مست آواز پر وہ
جھوم رہی تھی۔ اور اس کے دونوں ہاتھ فضا میں بلند ہو گئے تھے
ہاتھ فضا میں بالکل اسی طرح بلند ہوئے تھے جیسے سانپ کا پھن ہوتا
ہے۔ وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں کے دونوں طرف رکھے بین
کی آواز پر مسلسل جھومے جا رہی تھی۔ دفعتاً ان لوگوں نے محسوس کیا
کہ نازیہ کے بدن سے ہلکا ہلکا دھواں خارج ہو رہا ہے۔ بہت ہی
لطیف، نیلا نیلا سا دھواں دیکھنے سے آنکھوں کو فرحت محسوس ہو
رہی تھی۔ یہ دھواں آہستہ آہستہ فضا میں منتشر ہوتا چلا گیا اور
نازیہ کا بدن پتلا ہونے لگا وہ جیسے فضا میں تحلیل ہوتی چلی گئی۔ اور ان
لوگوں نے اُس کے چہرے کے خدوخال گم ہوتے ہوئے محسوس کیے
وہ تینوں خوف زدہ نگاہوں سے نازیہ کی یہ کیفیت دیکھ رہے تھے
دفعتاً انھوں نے محسوس کیا کہ اب نازیہ کا چہرہ غائب ہو چکا ہے
اور اس کی جگہ سانپ کا ایک پھیلا ہوا پھن ابھر رہا تھا۔ ایک
خوب صورت سانپ کا پھیلا ہوا پھن اس وقت دروازے پر ایک
زور دار لات پڑی۔ اور دروازہ دھڑاک سے کھل گیا۔ جاوید ساجد

اور اسلم خوف سے اچھل پڑے تھے کیونکہ وہ نازیہ کی طرف متوجہ
تھے۔ اس لیئے دروازے پر ہونے والا دھماکہ انہیں ایسا ہی محسوس
ہوا تھا جیسے ان کے کانوں کے قریب ایٹم بم پھٹ گیا ہو۔ کمرے
میں داخل ہونے والا پرنس ورانی تھا۔ اس کا چہرہ آگ کی طرح سرخ
ہو رہا تھا۔ اُس نے آگے بڑھ کر ٹیپ ریکارڈر اٹھایا اور اُسے
پوری قوت سے دیوار پر دے مارا۔ ٹیپ ریکارڈر چور چور ہو گیا تھا۔
بین کی آواز بھی بند ہو گئی تھی۔ لیکن اب نازیہ کی جگہ ایک خوبصورت
ناگن لہرا رہی تھی۔ وہ بُری طرح جھوم رہی تھی اور پھر وہ غصے سے
پھنکارنے لگی۔ شاید اُسے بین کی آواز بند ہو جانا پسند نہیں آیا تھا۔
جاوید، ساجد اور اسلم بُت بنے ہوئے تھے۔ پرنس ورانی انہیں خونی
نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ پھر اس نے دفعتاً جیب میں ہاتھ ڈالا اور
ایک پستول نکال لیا۔

"تم لوگ اپنے ہاتھ اوپر اٹھا لو"

"کہاں انکل" اسلم نے چونک کر پوچھا۔

"میں تم تینوں کو گولی مار دونگا۔ ورنہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں
وہی کرو"

"کمال ہے انکل آپ کہیں تو ہم پاؤں بھی اٹھا لیں" اسلم نے
ہنستے ہوئے کہا۔ جاوید اور ساجد بھی خاموشی سے کھڑے
ہو گئے تھے۔ پرنس ورانی نے ایک نگاہ نازیہ کی طرف ڈالی۔ وہ

ناگن بنی اپنی جگہ جھوم رہی تھی۔ تب پرنس درانی آہستہ سے بولا۔

"چلے بغیر کوئی حرکت کئے بغیر پھر دروازے کی طرف بڑھو ورنہ اپنی موت کے خود ذمہ دار ہو گے"۔ ان لوگوں کو تعمیل کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نظر نہیں آیا تھا۔ پرنس درانی اتنا ہی خطرناک نظر آرہا تھا کہ اگر وہ اس کے کہے پر عمل نہ کرتے تو وہ ان تینوں کو گولی مار دیتا۔ چنانچہ تینوں آہستہ آہستہ ہاتھ بلند کئے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ نازیہ کی پھنکاریں اب بھی کمرے میں گونج رہی تھیں۔ پرنس درانی نے ان تینوں کو باہر نکالا اور پھر خود بھی چھلانگ لگا کر باہر آ گیا۔ اس نے باہر نکلتے ہی دروازہ پھرتی سے بند کر دیا تھا۔ اس کے چہرے کے خدوخال بہت ہی خونخوار ہو رہے تھے۔ اور یوں لگتا تھا جیسے وہ ان تینوں کو کچا چبانے پر تیار ہو باہر کوئی ملازم وغیرہ نہیں تھا جو یہ سب دیکھتا ان تینوں کی یہ بھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کہ فوری طور پر کیا کریں پرنس درانی بے حد خطرناک نظر آرہا تھا۔ وہ ان لوگوں کو لئے ہوئے ایک اور کمرے کے دروازے کے قریب پہنچ گیا۔

"چلو اس میں داخل ہو جاؤ"۔

"کیا مطلب آپ کیا چاہتے ہیں پرنس درانی"۔

"جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ تمہیں میں اچھی طرح بتا دوں گا" پرنس درانی نے کہا۔

"اور اگر اس کمرے میں ہم داخل ہونا نہ چاہیں تو"

"تو" پرنس درانی نے پستول سیدھا کیا۔ تو اسلم جلدی سے بولا۔

"ارے ارے یہ پٹاخہ نہ چھٹا دیئے ہمیں پٹاخوں سے ڈر لگتا ہے چلو جاوید جب انکل درانی کہہ رہے ہیں تو ہم اندر کیوں نہ چلیں"۔ اسلم نے مداخلت کر کے پرنس درانی کا غصہ کسی قدر کم کر دیا تھا بہر طور ان تینوں کو کمرے میں داخل ہونا پڑا پرنس درانی نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا یہ کمرہ بالکل خالی تھا اور اس میں کوئی چیز موجود نہیں تھی دیوار پر البتہ چمڑے کے چابک لٹک رہے تھے اس نے دروازہ بند کیا اور پھر ان لوگوں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

"یہ بین تم لوگ کیوں بجا رہے تھے"۔

"کچھ نہیں انکل ہم تو سسٹر نازیہ کو ریکارڈ سنا رہے تھے"۔

"تم سنا رہے تھے یا کسی نے تمہیں یہاں بھیجا ہے"

"کیا کہہ رہے ہیں انکل ہماری سسٹر نازیہ سے دوستی ہو چکی ہے شاید آپ کو یاد نہیں کار کے حادثے میں زخمی ہونے کے بعد آپکو اٹھا کر ہم ہی ہسپتال لے گئے تھے" پرنس درانی چونک کر انہیں دیکھنے لگا اس کے چہرے پر عجب سے تاثرات نظر آرہے تھے پھر اس نے کہا۔

”ہوں تو تم مجھے ہسپتال لے گئے تھے“

”جی ہاں انکل آپ زخمی ہو گئے تھے آپ کی کار میں کہیں سے سانپ نکل آیا تھا“

”ہوں لیکن اب تم یہاں کیوں آئے تھے“

”وہ سسٹر نازیہ سے بھی کئی بار ٹیلی فون پر بات ہوئی تھی ہم ہسپتال میں بھی کئی بار آپ کو دیکھنے گئے تھے۔ جب تک آپ ہسپتال میں تھے ہم آپ کو دیکھنے آتے رہے سسٹر نازیہ نے ہم سے خود ہی تو کہا تھا کہ ہم ان کے گھر آئیں بہت دن سے ہم کوشش کر رہے تھے لیکن آج ہم نے سوچا کہ آج ہی جائیں“، جاوید نے معصومیت سے کہا پرنس درانی کے چہرے پر کسی قدر الجھن کے آثار نظر آنے لگے تھے۔

”پھر تم نے یہ ٹیپ ریکارڈ کیوں بجایا“

”سسٹر نازیہ کہہ رہی تھیں کہ انہیں موسیقی سے بڑی دلچسپی ہے کہ ٹیپ ریکارڈر ہمارا تھا اور ہم نے اسے باہر سے منگوایا تھا“

”تمہارا نام کیا ہے“

”میرا نام جاوید ہے یہ ساجد ہے اور یہ اسلم ہے“

”تمہارے باپ کا کیا نام ہے“

”محمود علی میں محمود علی صاحب کا بیٹا ہوں ہوٹل ایمپریل کے مالک محمود علی کا نام آپ نے سنا ہوگا“

”اچھا اچھا تم وہ جاوید ہو ٹھیک بہرطور تم تو بڑے خطرناک لڑکے ہو“

”نہیں انکل بس ایسے ہی“

”نہیں میں تمہارے کارنامے سن چکا ہوں اب تو مجھے یقین ہو گیا ہے کسی نے ضرور تمہیں یہاں بھیجا ہے۔ کیا انسپکٹر خادم نے تمہیں یہاں بھیجا ہے“

”نہیں انکل خادم نے تو نہیں ہمیں بھیجا میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ سسٹر نازیہ نے خود ہی ہمیں بلایا تھا اگر یقین نہ آئے تو آپ اس سے خود پوچھ لیں“

”تم نے مجھے اس سے کچھ پوچھنے کے قابل کب چھوڑا ہے“ پرنس درانی نے کہا۔

”کیوں انکل یہ آخر سسٹر نازیہ کیا ہو گیا ہماری سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا“

”ہوں“، پرنس درانی نے کوئی جواب نہیں دیا وہ خاموش ان تینوں کی شکل دیکھ رہا تھا۔ بچوں کی معصومیت کا بھی اسے احساس تھا اور وہ یہ سوچ رہا تھا کہ کہیں واقعی یہ بچے ایسے ہی نہ آ گئے ہوں اور دوسری طرف اس

کے دل میں اور خیالات بھی آرہے تھے۔ لیکن پھر اس نے دوسرے خیالات پر قابو پالیا تھا۔ پھر اس نے انہیں گھور کر دیکھا اور کہا۔ "تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

"کیسا جھوٹ انکل؟"

"تمہیں کسی اور نے یہاں بھیجا تھا۔

"آپ چاہیں تو مسٹر نازیہ سے پوچھ سکتے ہو۔

"اگر میں چاہوں تو ان کوڑوں سے تمہاری کھال اڑا دوں لیکن میں تمہیں موقع دیتا ہوں سوچ لو۔ اور پھر مجھے بتا دو۔

وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ دروازہ باہر سے بند ہوگیا تھا۔

"یہ سب کیا ہوا؟" ساجد نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"خاموش" جاوید بولا۔

"کیوں؟"

"اس موضوع پر ہم کوئی بات نہیں کریں گے۔"

"وہ ٹھیک ہے لیکن اب کیا ہوگا!"

"حالات کا انتظار کرو۔

وقت گزرتا گیا۔ اور پھر رات ہوگئی۔ تب جاوید نے کہا۔ "اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ ہم یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں۔"

"وہ کیسے دروازہ بند ہے۔"

"اسے توڑنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔" تینوں نے آخری فیصلہ کرلیا۔ سب سے پہلی ٹکر اسلم نے دروازے پر ماری تھی۔ لیکن وہ دوڑتا چلا گیا۔ دروازہ تو کھلا ہوا تھا۔ وہ حیران رہ گئے۔

پھر وہ باہر نکل آئے۔ لیکن باہر نکلتے ہی انہیں ایک احساس ہوا۔ عمارت اب خالی تھی۔ کوئی بھی وہاں موجود نہیں تھا۔

"ارے یہ سب کہاں چلے گئے؟" ساجد نے حیرت سے کہا۔

"شاید انہوں نے یہ کوٹھی چھوڑ دی۔ آؤ تلاشی لیں۔" لیکن تلاشی لینے پر انہیں کسی کا وجود نہیں ملا تھا۔ تھک ہار کر وہ باہر نکل آئے۔

"آؤ۔ انکل خادم کو پوری رپورٹ دیں" جاوید نے کہا اور سب نے گردن ہلا دی۔

انسپکٹر خادم نے پرنس درانی اور نازیہ کی تلاش میں نہ جانے کہاں کہاں چھاپے مارے لیکن اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکا تھا جاوید ساجد اور اسلم بھی مسلسل اپنی کوشش میں مصروف تھے۔

لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ پھر ایک دن پروفیسر ثمانر کی کوٹھی میں سب کی میٹنگ ہوئی۔

"مجھے افسوس ہے کہ ابھی تک ہم اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہوسکے" خادم نے کہا۔

"آہ! وقت بہت گزر چکا ہے انسپکٹر۔"

"پھر اب کیا کرنا چاہیے؟"

"مجبوری ہے۔ اب صرف ایک ہی کام کیا جاسکتا ہے۔"

"کیا؟"

"یہ کہ ہم حارث کو لے کر چلیں۔ وہ جوکارہ کا بیٹا ہے۔ اس میں ملے گی۔ بعد میں ہم دوبارہ نازیہ کو تلاش کرتے واپس آئیں گے اگر وقت گزر گیا اور بے چارہ جوکارہ گیا تو پھر کچھ نہیں ہو سکے گا۔ اس کی بیٹی کو تو پھر بھی تلاش کیا جا سکتا ہے۔"

"جیسا مناسب سمجھیں۔ پھر کیا پروگرام ہے؟"

"تم لوگ روانگی کی تیاریاں کتنے دن میں کر لو گے۔"

"ایک ہفتہ لگ جائے گا۔"

"تو پھر فوراً یہ تیاریاں شروع کر دو۔ ہمیں پہلے مجاسہ جانا ہو گا اس کے بعد سمندری جہاز سے اپنا سفر کریں گے۔"

"میں تیاریاں کرتا ہوں۔" انسپکٹر خادم نے کہا۔ وہاں سے رخصت ہونے کے بعد خادم محمود علی صاحب سے ملا۔

"انسپکٹر صاحب کیسے مزاج ہیں۔" محمود علی صاحب نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کی دعائیں ہیں۔"

"میرے لائق کوئی خدمت؟"

"جی ہاں۔ ایک درخواست کرنی تھی؟"

"کہو۔"

"میں جاوید ساجد اور اسلم کو کچھ عرصہ کے لیے ساتھ لے جانا

چاہتا ہوں۔

"کہاں؟"

"مجاسہ۔"

"افریقہ؟"

"جی ہاں۔"

"کیوں خیریت؟"

"بس ایک کام ہے؟"

"کوئی جاسوسی چکر؟"

"جی ہاں۔"

"مگر اتنی دور؟"

"آپ مطمئن رہیں۔ میں انہیں بحفاظت واپس لاؤں گا۔"

"سوچ لو انسپکٹر۔ بچے ذہین ضرور ہیں مگر ابھی چھوٹے ہیں۔"

"میں ان کی جان سے زیادہ حفاظت کروں گا۔"

"ویسے تو تم نے انہیں پورا جاسوس بنا دیا ہے۔"

"میں نے نہیں جناب۔ وہ فطرتاً ذہین ہیں۔"

"بہرحال جاوید کو تو میں اجازت دے سکتا ہوں۔ لیکن دوسرے بچوں کے والدین سے تمہیں خود اجازت لینا ہو گی۔"

"میں یہ کوشش کر لوں گا۔"

"تو ٹھیک ہے۔ میری طرف سے اجازت ہے۔" محمود علی

صاحب نے کہا۔ اور انسپکٹر ان کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے چل
پڑا۔ ساجد اور اسلم کے والد سے بھی اس نے کسی نہ کسی طرح اجازت
لے ہی لی تھی۔

اور اس کے بعد وہ سرکاری طور پر کوششیں کر کے
روانگی کے انتظامات کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اور ایک صبح ساڑھے چھ بجے ایسٹ افریقن ائر لائنز کا طیارہ
انہیں لے کر افریقہ کی طرف پرواز کر گیا۔

بچوں کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا انسپکٹر خادم کے ساتھ سفر کرنے
میں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی کیونکہ اس کے بعد ایک بین الاقوامی
اجازت نامہ موجود تھا۔ اور پروبز کمپنیوں کے سرٹیفکیٹ بھی جن میں
لکھا گیا تھا کہ یہ بے ضرر ہے اور دو دن سفر اس نے کبھی کسی
کو نقصان نہیں پہنچایا تھا۔

"بقیہ جہاز میں سفر کرنے والے سارے مسافر اس نیولے اور
سے خوفزدہ تھے۔ سے عورتیں۔ لیکن کوئی خاص
بات نہیں ہوئی اور وہ بخیر و خوبی وہاں پہنچ گئے۔

بماسہ کے ایک شاندار ہوٹل میں انہوں نے قیام کیا۔ وہاں
بچوں نے سرزمین افریقہ کے پہلے مناظر دیکھے۔ ہر طرح کے لوگ
یہاں موجود تھے۔ ملکی اور غیر ملکی انکے رسم و رواج بھی عجیب
تھے۔

بچوں کو بہت لطف آ رہا تھا۔ یوں بھی ان کا پورا گروہ تھا
انسپکٹر خادم، حارث، شارق اور تمائر، حارث بجھا بجھا سا تھا لیکن بچوں
سے اس کی بھی دوستی ہو گئی تھی۔ تین دن تک انہوں نے وہاں
قیام کیا۔ باقی سب تو وہ سے گھومتے پھرتے رہتے تھے لیکن
شارق صبح نکلتا تو شام کو واپس آتا وہ کسی طرح کی تیاریوں میں مصروف
تھا۔

پھر ایک شام اس نے واپسی کا ذکر کیا۔

"چلو بھائی سب تیار ہو جاؤ۔"

"کیا مطلب؟"

"پرسوں صبح ایک جہاز روانہ ہو رہا ہے۔"

"کہاں؟"

"ویسے تو وہ کہیں اور جائے گا لیکن ہم نے دوسرا بندوبست
بھی کر لیا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"جہاز کی پہلی منزل نورشہ ہوگی۔ نورشہ بہت چھوٹی سی جگہ ہے
لیکن وہاں سے وہ جگہ بہت قریب ہوگی۔ جہاں ہمیں جانا ہے۔"

"ہمیں تیاریاں کیا کرنی ہوں گی؟"

"سب کو اپنے چہرے کالے کرنے ہوں گے۔" شارق نے
مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟"
"ہم افریقی بن کر چلیں گے۔"
"اوہ۔ یعنی میک اپ؟"
"ہاں یہ ضروری ہے؟"
"لیکن یہ میک اپ کون کرے گا؟"
"میں نے اس کا انتظام کر لیا ہے۔"
"وہ کیسے؟"
"ایک اور ہوٹل میں ہم نے کمرے بک کرائے ہیں یہاں سے نکل کر ہم وہاں چلیں گے وہاں ہمارے چہروں پر میک اپ کیا جائے گا اور پھر۔ ہم میک اپ میں اس وقت تک اس ہوٹل میں رہیں گے جب تک روانہ نہ ہو جائیں۔"
"ہمیں کب چلنا ہے انکل شارق؟" جاوید نے پوچھا۔
"کل صبح۔"
بچے بڑی بے چینی سے دوسری صبح کا انتظار کرنے لگے دن کو گیارہ بجے انہوں نے ہوٹل چھوڑ دیا اور ٹیکسیوں میں بیٹھ کر چل پڑے وہ ایک چھوٹے سے خوبصورت مکان میں داخل ہوئے جہاں ایک موٹے تازے افریقی نے ان کا استقبال کیا تھا۔
"یہ مسٹر بمبو ہیں" شارق نے تعارف کرایا۔
"آپ لوگ سے مل کر خوشی ہوئی" افریقی نے کہا۔

"بمبو اور ان کا اسٹاف ہمارے چہروں پر میک اپ کرے گا" شارق نے بتایا۔
"آپ لوگ تیار ہیں؟" مسٹر بمبو نے پوچھا۔
"ہاں۔ سب تیار ہیں آپ اپنے آدمیوں کو بلالیں" مسٹر بمبو نے کچھ لوگوں کو آوازیں دیں اور ہم سب کو ان کے حوالے کر دیا۔ دو دو آدمی بچوں کو بھی لے کر مکان میں اپنے کمروں میں داخل ہو گئے۔

اسلم نے ساجد کو دیکھ کر ایک زوردار قہقہہ لگایا تھا۔ لیکن دوسرے لمحے ساجد بھی ہنس پڑا۔
"ارے اسلم۔ تم اسلم ہو یا نہالولو۔"
"اپنی شکل دیکھی ہے۔ تم کار ٹینڈو لگ رہے ہو۔"
"ہا ہا ہا۔"
"ہو ہو ہو۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس رہے تھے کہ جاوید بھی آ گیا۔ اس کا چہرہ توے کی طرح کالا تھا بال گھنگھریالے تھے اور ناک عجیب موٹی ہو گئی تھی۔
"لو یک نہ شد تین شد" اسلم بولا۔
"ارے۔ یہ تم دونوں ہو؟" جاوید حیرت سے بولا۔

"بھائی جاوید یہ آپ ہیں۔ ہاں چیف آپ تو کول گدو لگ رہے ہیں" اسلم نے کہا۔

"اور تم عود"

"جی بھو۔ ہوٹا گڑ بوٹا" اسلم نے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"افریقی زبان بول رہا ہوں" اسلم نے کہا۔ دفعتاً ایک افریقی کمرے سے نکل آیا اور وہیں کھڑے ہو کر انہیں دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے جناب؟" جاوید نے پوچھا۔

"تم تینوں روسیاہ ہو گئے" افریقی نے کہا۔

"ارے انکل ٹماٹر یہ آپ ہیں؟" اسلم نے افریقی کی آواز پہچان کر کہا اور زور سے ہنس پڑا۔

"کمال کا میک اپ کیا ہے ان لوگوں نے"

"ہائے انکل اب آپ ٹماٹر کے بجائے بینگن معلوم ہو رہے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں اب تم مجھے انکل بینگن کہہ سکتے ہو" پھر جب انسپکٹر خادم سامنے آیا تو ہنستے ہنستے ان کے پیٹ دکھ گئے انسپکٹر خادم کو مصنوعی پیٹ لگایا گیا تھا تاکہ وہ موٹا معلوم ہو۔

"ہائے انکل آپ کا تو ستیاناس ہو گیا۔ یہ آپ کی توند کیسے بڑھ گئی" غرض سب کے عجیب حلیے ہو چکے تھے۔ اور سب ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس رہے تھے۔

پھر شارک نے کہا "اب چلو بھئی سب مجھے اور بھی کام کرنے ہیں۔"

اس بار وہ اس بدلے ہوئے حلیے میں ایک نئے ہوٹل میں مقیم ہوئے تھے۔ اسلم مسلسل افریقی زبان بول رہا تھا۔ چائے کی ضرورت پیش آئی تو اس نے کہا۔

"غبوڑہ!"

"کیا مطلب؟"

"غبوڑ بھر بھوبنجا"

"ابے اسلم۔ تم پاگل ہوئے ہو کیا؟"

"کمال ہے یار۔ غبوڑہ کا مطلب بھی نہیں سمجھتے۔ غبوڑہ یعنی چائے۔ بھر بھوبنجا یعنی پیوں گا"

"کسی افریقی کے سامنے اس کی زبان کی یہ مٹی پلید مت کرنا"

"تمہاری آنکھیں نکال کر باہر پھینک دے گا" جاوید بولا۔

"ڈوڈر ہاپنگا۔ ہو ہاڈ ڈی ڈو" اسلم نے کہا۔ اسی وقت انسپکٹر خادم ان کے کمرے میں آگیا تھا۔

"کیوں بھئی افریقیو کیا ہو رہا ہے"

"ڈی ڈوو ہاڈر لوٹی ٹاڈ" اسلم نے جواب دیا۔

"ارے۔ اسے کیا ہو گیا"

"اسے افریقیہ ہو گیا ہے۔ جب سے اس کا منہ کالا ہوا ہے اس طرح بکواس کئے جا رہا ہے"

"دیکھئے انکل۔ یہ لوگ مجھے افریقی نہیں بولنے دے رہے۔"

اسلم نے فریاد کی۔

"بولو بولو۔ ضرور بولو۔ لیکن کسی افریقی کے سامنے مت بولنا۔" انسپکٹر خادم نے ہنستے ہوئے کہا۔

بہرحال چائے منگائی گئی۔ چائے پیتے ہوئے انسپکٹر خادم نے کہا "کل صبح ہم لوگ روانہ ہو رہے ہیں۔"

"سمندری جہاز سے انکل؟"

"ہاں۔"

"آہ سمندری سفر میں تو بہت مزا آئے گا۔"

"یقیناً تم لوگ گھبرا تو نہیں رہے ہو۔"

"آپ گھبرانے کی بات کر رہے ہیں تو بس یہ افسوس ہے کہ یہاں سے جانا بھی پڑے گا۔" جاوید نے کہا۔

دوسری صبح انہیں پانچ بجے ہوٹل چھوڑنا پڑا۔ اور وہ بندرگاہ پہنچ گئے۔ یہاں مرونگا نامی جہاز انہیں لے جانے کے لیے تیار تھا۔

جہاز کافی بڑا اور خوبصورت تھا۔ ضروری کارروائیوں کے بعد وہ جہاز میں داخل ہو گئے سبھی پاس پاس تھے دن کو گیارہ بجے جہاز نے لنگر اٹھا دیئے۔ تینوں بچے عرشہ پر کھڑے سمندر کے مناظر دیکھ رہے تھے۔

پورا دن دلچسپیوں میں گزرا۔ سب ہی خوش تھے۔ شارق بھی پورے جہاز کا جائزہ لیتا پھر رہا تھا۔ رات ہو گئی۔ سب نے جہاز کے ڈائننگ ہال میں کھانا کھایا۔ شارق بھی ان کے ساتھ تھا دفعتاً فضا میں ایک چیخ ابھری اور سب چونک پڑے۔ یہ چیخ شارق کے نیولے کی تھی۔

"ارے۔ اسے کیا ہوا" ثاقب نے کہا۔ شارق نے نیولے کو کسی خاص طریقے سے خاموش کر دیا تھا۔ لیکن اس کی آنکھیں چاروں طرف گردش کر رہی تھیں۔

"اسے کیا ہوا؟" انسپکٹر خادم نے پوچھا۔

"آج تک تو یہ خاموش تھا۔"

"کوئی بات نہیں کھانا کھاؤ۔" شارق نے کہا اور خود بھی کھانا کھانے لگا۔ نیولا اب پرسکون تھا۔

کھانے سے فارغ ہو کر وہ اپنے کیبنوں کی طرف چل پڑے شارق نے کہا میں انہیں اپنے کیبن میں آنے کی دعوت دی تھی۔

"کوئی خاص بات ہے؟"

"ہاں!"

"خیریت۔" انسپکٹر خادم نے پوچھا۔

"تو پھر چلیئے۔"

انسپکٹر خادم نے کہا اور سب شارق کے کیبن میں آ کر جمع ہو گئے۔

سب کی نگاہیں پراسرار شارق کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں جاوید ساجد اسلم بہت زیادہ متجسس نظر آرہے تھے تب پروفیسر ٹماٹر نے پوچھا۔

"کیا بات ہے شارق میں اس وقت سے تمہارے چہرے پر الجھن کے آثار دیکھ رہا ہوں جب سے تمہارے نیولے نے چیخ ماری تھی۔"

"ہاں تمہارا خیال درست ہے۔ ٹماٹر یہاں ایک پراسرار شخص موجود ہے فی الحال میں اسے ایک ہی کہہ سکتا ہوں کیونکہ میں نے ایک ہی کو دیکھا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ جہاز میں کچھ اور لوگ بھی سفر کر رہے ہوں۔"

"پراسرار سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"وہ انسان نہیں سانپ ہے۔"

"کیا"، سب کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔

"گویا کوئی سانپ بھی سفر کر رہا ہے۔"

"اوہ سے کیا مطلب ہے؟"

شارق نے پوچھا۔

"اوہ معاف کرنا میرا اشارہ حارث کی طرف تھا۔"

"ہاں حارث کے علاوہ یہاں کم از کم ایک پراسرار شخصیت اور ہے جو دراصل انسان کے روپ میں چھپا ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟" ٹماٹر نے پوچھا۔

"اس کی نشاندہی میرے نیولے کی ہے۔ اور شاید تم لوگوں نے نہیں دیکھا جب میرا نیولا اسے دیکھ کر بیٹھا اور اس پر حملے کی تیاریاں کرنے لگا تو میں فوراً اٹھ کر جہاز کے ڈائننگ ہال سے باہر نکل گیا تھا۔"

"اوہ واقعی ہم لوگوں نے اس پر تو غور ہی نہیں کیا لیکن تم نے تو اس شخص کی صورت دیکھی ہو گی؟"

"افسوس صورت ہی تو نہیں دیکھ سکا میں اس وقت جب نکلا جب وہ پھرتی سے اٹھ کر دروازے کی جانب بڑھ رہا تھا اس کا چہرہ دروازہ ہی کی جانب تھا۔"

"ممکن ہے کوئی اور آدمی ہو اور اتفاقیہ طور پر ڈائننگ ہال سے باہر ہو گیا ہو۔ نہیں اس سلسلے میں شبہ بھی تو ہو سکتا ہے شارق۔"

"بات ایسی نہیں ہے۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس میں بالکل حقیقت ہے۔"

"تم نے اس کا لباس وغیرہ بھی تو دیکھا ہو گا"، پروفیسر ٹماٹر نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"مسٹر شارق کیا وہ کسی مخصوص لباس میں تھا"، انسپکٹر خادم نے پوچھا۔

"نہیں لیکن کوئی بھی ایسی ترکیب نہیں ہو سکتی جس سے میں اسے

پہچان لیتا تو یقیناً تم لوگوں کو تاریکی میں نہ رکھتا" شارق نے جواب دیا
اور وہ سب خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگے پھر انسپکٹر خادم نے پرخیال
انداز میں کہا۔

"اگر وہ سانپ ہے اور انسانی شکل میں ہے تو ہم اس کے
علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہمارا اچھا کر رہا ہے"

"میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا"

"مگر اس کا مقصد کیا ہے"

"میں تم لوگوں کو صرف ایک بات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں
وہ یہ کہ اپنے اپنے طور پر ہوشیار رہنا وہ سانپ بن کر تم لوگوں کو ڈس
بھی سکتا ہے ختم بھی کر سکتا ہے" شارق کے الفاظ بہت پریشان کن
تھے وہ سب گہری سوچ میں ڈوب گئے پھر اسلم نے کہا۔

"انکل اگر ہم اسے ہلاک کر دیں تو آپ کو اعتراض تو نہیں ہو گا"

"اگر اسے سانپ کی شکل میں ہلاک کر دیا جائے بھلا کیسے اعتراض ہو
سکتا ہے"

"اور اگر وہ انسانی شکل میں ہو"

"تو جہاز کا قانون تمہیں اس کی اجازت نہیں دے گا"

"پھر تو بڑی مشکل پیش آ گئی اگر مجھے پہلے سے پتہ ہوتا تو کسی سپیرے
کو اپنے ساتھ بلا لاتا" اسلم بولا۔

"اسلم میاں یہاں تمہاری چونچیں بھی نہیں چل سکیں صورت حال اتنی

خطرناک ہے تم سوچ بھی نہیں سکتے کسی بھی باریک سے سوراخ سے
ایک سانپ اندر آ سکتا ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ وہ کالا موٹا اور خطرناک
سانپ ہی ہو وہ ایک باریک سی زنجیر کی شکل میں بھی تمہارے پاس پہنچ
سکتا ہے اور اس کے بعد وہ ہم لوگوں کو ختم کر سکتا ہے۔ سوال یہ پیدا
ہوتا ہے اگر وہ سانپ حارث کی نگرانی کر رہا ہے۔ اور ہم لوگوں کے چنگل
سے حارث کو چھڑانا چاہتا ہے۔ تو وہ کون ہے اور اسے کس نے بھیجا
ہے یقینی طور پر اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو وہ فوما کا کوئی ایسا ہی ہرکارہ
ہو گا جسے اس نے پروفیسر ممبو کو بھیجا تھا"

"ہاں اس بات کا امکانات ہے۔ مگر آپ ہمیں مشورہ دیجئے جس
سے ہم اس سانپ سے بچ سکیں"

"نہ صرف مشورہ بلکہ میں تمہیں ایسی دوائیں بھی دیتا ہوں جن کے
ذریعے اگر وہ تمہیں ڈسے گا تو کم از کم تم زہر کا شکار نہیں ہو سکتے زہر کے
کچھ اثرات ضرور باقی رہ جائیں گے لیکن تمہاری زندگی کو اس سے کوئی خطرہ
نہیں ہو گا" شارق نے کہا اور وہ سب خاموش ہو گئے پھر شارق نے
انہیں اپنے خاص قسم کے بکس میں سے ایک دوائی نکال کر دی چھوٹے چھوٹے
تنکے سے تھے یہ جو یقیناً کسی خاص جڑی بوٹی کے تھے شارق اس دوائی کو ان
سب میں تقسیم کرتے ہوئے کہا۔

"یہ ہمیشہ اپنے پاس رکھیں عام حالات میں اسے کھانے کی ضرورت
نہیں لیکن اگر محسوس کریں کہ آپ کو سانپ نے کاٹ لیا ہے اور ایک

لے گی بھی آپ کو مہلت مل جائے تو اسے فوراً اپنی زبان پر رکھ لیں سا
کا زہر فوراً بے اثر ہو جائے گا، صورت حال اس وقت ایسی تھی کہ کسی نے
کوئی مذاق نہیں کیا اور سب نے وہ بوٹی لے کر اپنے پاس احتیاطاً
رکھ لی اس کے بعد انسپکٹر خادم نے پوچھا۔

"اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے"

"کچھ نہیں بس آپ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ پریشان ہونے کی ض
نہیں ہم صورت حال سے نمٹنے کے لئے پوری طرح تیاریاں کر کے آئے ہیں"
سب خاموش ہو گئے تھے۔

جہاز کا دلچسپ سفر جاری تھا۔ بچے خاص طور سے اس سفر سے
مسرت حاصل کر رہے تھے۔ ہر وقت نت نئی شرارتیں ہوتی رہتی
تھیں لیکن یہ شرارتیں ایسی نہیں تھیں کہ کسی کو ان سے نقصان پہنچ
سکتا بس، ہر وقت ہنسی مذاق ہی چلتا رہتا تھا اور شارق سنجیدہ انسان
ہونے کے باوجود ان بچوں میں بہت دلچسپی لینے لگا تھا سیاہ
رنگ کا نیولا ہمیشہ اس کے شانے پر سوار رہتا تھا۔ اس شام کو
سب عرشے کے اوپر کھڑے ہوئے تھے اور سمندر کی لہروں
کے بارے میں تبصرے کئے جا رہے تھے۔ چاروں طرف جہاں تک
نگاہ کام کرتی تھی نیلا سمندر پھیلا ہوا تھا جس میں بلبلے اٹھ

اور سفید سفید جھاگ بلند ہونے لگتے تھے لہریں جہاز سے دور
جاتیں اور پھر قریب آ کر اس سے ٹکراتیں لہروں کا یہ کھیل بہت
دیر سے دیکھ رہے تھے اور ان کے آس پاس بہت سے
لوگ اس دلچسپی میں حصہ لے رہے تھے۔ پھر جب گہری تاریکی
چھا گئی اور جہاز کی تمام روشنیاں جل اٹھیں تو شارق نے کہا۔

"بھئی اب کیا خیال ہے چلو اپنے اپنے کیبنوں کی طرف
چلتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر حلیئے درست کریں گے پانی کی نمی نے شکل
بگاڑ دی ہے پھر اس کے بعد ڈائننگ ہال میں کھانا کھانے
جائیں گے۔"

"انکل شارق آپ تو اکثر جہاز میں سفر کرتے رہتے ہوں
گے" جاوید نے واپسی کے لئے مڑتے ہوئے کہا۔

"نہیں اکثر تو نہیں ویسے میں نے کئی بار سمندری سفر کیا
ہے۔ کیوں یہ سوال تم نے کیوں کیا؟"

"بس ایسے ہی ہمیں سفر میں جتنا لطف آ رہا ہے۔ بیان نہیں
کر سکتے۔"

"بھئی سمندری سفر کی تو بات ہی کیا ہے۔ واقعی اس میں
بڑی خوبصورتی ہوتی ہے آؤ واپس چلیں"، چنانچہ سب اپنے اپنے
کیبنوں کی جانب چل پڑے حسن اتفاق کی بات یہ تھی کہ شارق صاحب
کا کیبن سب سے پہلے پڑتا تھا انہوں نے سب کو خدا حافظ کہا

اور اپنے کیبن کے دروازے میں چابی لگانے لگے۔ دفعتاً انہیں احساس ہوا کہ دروازہ تو کھلا ہوا ہے وہ ایک لمحے کے لیئے چونکے ہی تھے کہ دفعتاً نیولے نے ایک بھیانک چیخ ماری اور تمام لوگ رک گئے دوسرے لمحے شارق نے دروازہ کھول دیا تھا اس نے دیکھا کہ دبلے پتلے بدن کا ایک لمبے قد والا انسان ان کے سامان کی تلاشی لے رہا ہے دروازہ کھولتے دیکھ کر اور نیولے کی چیخ سن کر وہ انسان چونک پڑا تھا لیکن نیولا اب صبر کرنے کو تیار نہ تھا دوسرے لمحے اس نے ایک اور خوفناک چیخ ماری اور پھر خوف ناک منظر نگاہوں کے سامنے آگیا نیولا اچھل کر اس شخص کے کندھے پر چڑھ گیا تھا۔ اور اس نے اپنے تیز نوکیلے دانت اس کے نرخرے میں گاڑ دیئے تھے دبلا پتلا زرد چہرے والا جو سادہ سے قمیص اور بش کوٹ میں ملبوس تھا۔ دونوں ہاتھوں سے نیولے کو کھینچ رہا تھا اور نیولے کو اپنی گردن سے جدا کر رہا تھا۔ شارق ساکت و جامد دروازے میں کھڑا تھا باقی لوگ بھی اس کے پاس ہی آگئے تھے اور اندر کا منظر حیرت سے دیکھ رہے تھے پھر انسپکٹر خادم نے پھرتی سے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"ارے بچایئے اس شخص کو کہیں نیولا اس شخص کو ہلاک نہ کر دے وہ آگے بڑھ ہی رہا تھا کہ شارق نے اس کا بازو پکڑ لیا شارق کے پنجے میں اتنی قوت ہوگی انسپکٹر خادم نے کبھی سوچا بھی نہ

تھا۔ اسے یہی محسوس ہوا تھا جیسے اس کا بازو کٹ جائے گا۔ لیکن اب وہ آگے نہیں بڑھ سکا تھا نیولا اب اس آدمی کے چہرے کو زخمی کر رہا تھا۔ وہ بار بار اس کے چہرے منہ اور ناک پر حملہ کر رہا تھا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ آدمی خون خون ہو گیا تھا۔ لیکن یہ کیا ابھی یہ لوگ مداخلت کا ارادہ ہی رکھتے تھے کہ دفعتاً اس آدمی کے بدن سے ہلکا نیلا دھواں خارج ہونے لگا اور اس کا بدن یک بیک پتلا ہونا شروع ہو گیا وہ ذرا سی ہی دیر میں بالکل پتلا ہو گیا تھا اور اب اس کا چہرہ بھی سامنے نہیں رہا تھا بلکہ اب اس کی جگہ ایک پھن نظر آرہا تھا سانپ کا پھن، نیولے نے جس سے پھن کی شکل میں پایا تو دوسرے لمحے اس کی گردن چھوڑ کر اس کے پھن کو اپنے دانتوں میں دبالیا وہ شخص تیزی سے زمین پر گرا اور نیولا بھی اس کے ساتھ زمین پر گر پڑا۔ لیکن اب اس آدمی کو انسان کہنا بیکار تھا کیونکہ اب وہ باقاعدہ ایک سانپ میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اور سانپ نیولے کے گرد بلٹ کر اس کی ہڈیاں توڑے دے رہا تھا۔ لیکن نیولا بھی اپنے فن کا پکا تھا وہ سانپ کے بدن کو پنجے مار رہا تھا۔ لیکن کیا مجال کہ سانپ ایک بار بھی اپنے پھن کو اس کے منہ سے چھڑا سکا ہو کافی دیر تک یہ جدوجہد جاری رہی اور اس کے بعد سانپ بے جان ہونے لگا نیولے نے دو تین بار اس کے منہ کو ادھر ادھر سے ادھیڑا اور سانپ کی جان نکل گئی وہ مردہ ہو گیا تھا لیکن اس کے بل اب بھی نیولے کے بدن

کے گرد لپٹے ہوئے تھے نیولے کو جب یہ یقین ہو گیا کہ سانپ مرچکا ہے۔ تو وہ آہستہ سے سیدھا ہو گیا اسی وقت شارق آگے بڑھا اس نے سانپ کو نیولے کے بدن سے علیحدہ کر کے اس کے بل کھولنے شروع کر دیئے اس کام میں اسے خاص دقت نہیں ہوئی تھی، چند لمحات کے بعد نیولا آزاد ہو گیا۔ یہ حیرت ناک منظر دنیا کا سب سے عجیب منظر تھا۔ ہر شخص پریشان کھڑا ہوا کبھی اس نیولے کو دیکھتا اور کبھی سانپ کی جانب اسلم نے آگے بڑھ کر کہا۔

"انکل شارق وہ حضرت کہاں گئے جو پہلے باقاعدہ انسان تھے"

شارق چونک پڑا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہی وہ شخص تھا جسے اس دن میں نے ڈرائنگ ہال میں دیکھا تھا لیکن اُس بے وقوف کو نہیں معلوم تھا کہ میرا نیولا بہت عجیب و غریب شے ہے"

"مم مگر انکل کیا آپکے نیولے نے ایک انسان کا قتل نہیں کر دیا"

"انسان کون انسان تم اس سانپ کو انسان کہتے ہو جو ہماری تاک میں تھا"

"کمال کی بات ہے انکل ویسے ایک بات بتلیئے یہ سانپ پرانے ہونے کے بعد انسان تو بن جاتے ہیں لیکن ان میں عقل کہاں سے آجاتی ہے"

"سانپ بے حد عقل مند ہوتا ہے تم یہ بات مت سوچو اسلم"، انکل شارق نے جواب دیا۔

"اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے شارق صاحب کہ یہ یہاں اکیلا تھا یا اس کے اور بھی ساتھی یہاں ہیں"؟

"اس بارے میں معلوم کرنا پڑے گا"

"اچھا ایک بات آپ بتائیے اب اس لاش کا کیا کیا جائے"؟

"تم اسے لاش کہتے ہو"، شارق نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہر طور یہ ایک آدمی ہی کی حیثیت سے جہاز پر سوار ہوا ہو گا"

"کیا کہا جا سکتا ہے ویسے تم فکر نہ کرو۔ اس سانپ کو کسی کپڑے میں باندھوا اور سمندر میں پھنکوا دو۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہو گا"

"میں کچھ اور کہہ رہا تھا"، خادم بولا۔

"کیا"

"اس کے ساتھیوں کو کیسے تلاش کیا جائے کیا نیولا اس سلسلے میں ہماری مدد کر سکتا ہے"

"کر سکتا ہے۔ لیکن میں یہ کام کرونگا نہیں نیولے کے سامنے اگر کوئی آجائے گا تو وہ ہمیں اشارہ ضرور کرے گا لیکن اگر ہم نیولے کو سانپوں کی تلاش میں چھوڑ دیتے ہیں۔ تو وہ ضرور کسی حادثے کا شکار ہو جائے گا اور میں اس قیمتی نیولے کو ضائع نہیں کرنا چاہتا"

"میں سمجھ رہا ہوں" انسپکٹر خادم نے کہا اور پھر بولا۔

"اب ایک ہی ترکیب ہو سکتی ہے کہ ہم نیولے کے ذریعے خود ان سانپوں کو تلاش کریں اور یہ کوشش کی جائے شارق صاحب کہ آپ کا نیولا ان میں سے کسی کو ہلاک نہ کرے بلکہ ہم اسے گرفتار کر کے اس کے بارے میں معلومات حاصل کریں" شارق کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا پھر ایک دم ہنس پڑا۔

"انسپکٹر خادم یہ سانپ ہیں انسان نہیں کہ پولیس کی مار پیٹ پر سب کچھ اگل دیں۔ فرض کرو تم ان کے کسی ساتھی کو پکڑتے ہو اور اس پر تشدد کرتے ہو۔ پھر وہ سانپ بن جاتا ہے تو تم کیا کرو گے"

"بھاگ جائیں گے" اسلم نے معصومیت سے جواب دیا۔

"ہاں اسلم میاں بالکل سچ کہا آپ نے اگر وہ سانپ بن گیا تو پھر سب کو بھاگتے ہی بن پڑے گی۔ انسان کا مقابلہ انسان ہی کر سکتا ہے سانپ کا مقابلہ مشکل ہو گا۔"

"بہر طور مجھے حیرت ہے" انسپکٹر خادم نے کہا۔

"حیرت تو ہم میں سے کس کو نہیں۔ لیکن جو کچھ ہماری آنکھوں نے دیکھا وہ ایک حقیقت بھی ہے" پھر سب خاموش ہو گئے اس کے بعد یہ طے ہو گیا کہ سب اپنے اپنے طور پر کام کریں گے شارق بالکل ہی خاموش ہو گیا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا دوسرا دن گزر گیا۔ رات کو وہ کافی دیر تک ڈائننگ ہال میں بیٹھے رہے تھے

لیکن نیولے نے کوئی نشاندہی نہیں کی دوسرا پورا دن اس سانپ کے ساتھیوں کی تلاش میں گزر گیا۔ ویسے یہ اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کون سے کیبن میں رہتا تھا اور اس کی گمشدگی سے دوسرے لوگوں کو کوئی پریشانی ہوئی ہے یا نہیں لیکن پورے جہاز میں ایسی کوئی خبر نہ سنائی دی جس سے پتہ چلتا کہ کسی نے کسی کی گمشدگی کی رپورٹ لکھوائی ہے۔ انسپکٹر خادم اور پروفیسر ماٹر گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے اور بہت غور و خوض کر رہے تھے۔ تینوں بچے بھی آپس میں اسی موضوع پر بات چیت کر رہے تھے ان کے ذہن بڑی تیزی سے چل رہے تھے۔ دفعتاً جاوید نے کہا۔

"میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے"

"وہ کیا چیف" ساجد نے پوچھا۔

"ہمارے پاس بھی تو ایک سانپ ہے جیسا کہ حارث کے بارے میں یہ لوگ کہتے ہیں اگر سانپوں کا مقابلہ سانپ کرے تو کیسا رہے گا"

"ارے واہ یہ تو تم نے بہت عمدہ بات کہی آؤ پھر چلیں اس سلسلے میں انکل شارق سے بات کریں" تینوں بچے تیار ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد وہ شارق کے کیبن میں داخل ہوئے دلچسپ بات یہ تھی کہ اس وقت انسپکٹر خادم اور پروفیسر ماٹر بھی انکل شارق کے کیبن میں موجود تھے۔ اور یہی بات چیت کر رہے تھے تینوں کو دیکھ کر وہ مسکرا اٹھے۔

"جاسوس اینڈ کمپنی اس جہاز میں اگر اپنی جاسوسی میں ناکام ہو چکی ہے"

"نہیں انکل یہ بات نہیں دراصل یہاں جاسوسی کا کوئی قصہ ہی نہیں ہے۔ ہم آپ کے پاس ایک خاص کام سے آئے ہیں اگر آپ ہماری تجویز پر غور کریں۔ تو ہمارے خیال میں اس سے فائدہ ہوگا"

"ہاں کہو جاوید تمہارے بارے میں اتنا کچھ سن چکا ہوں کہ جب تم مجھ سے ملتے ہو تو یقین نہیں آتا کہ یہ ساری کہانیاں سچ ہیں"۔ شارق نے کہا۔

"یہ کہانیاں آپ کو انکل خادم اور پروفیسر ٹاٹر نے سنائی ہوں گی"

"ہاں اور میں اسے بڑی بات سمجھتا ہوں کہ بچے بزرگوں کو قائل کر دیں۔ سنا ہے جاوید میاں تم اپنے سینے میں فولاد کا دل رکھتے ہو"

"نہیں رکھتے تھے اب نکال کر پھینک دیا ہے"۔ اسلم آہستہ سے بولا

"نہیں بیٹے تم سب کے بارے میں میں نے بہت کچھ سنا ہے اور واقعی اس سے بہت متاثر ہوا ہوں بہادری کسی کی ملکیت نہیں ہوتی تم چھوٹی سی عمر میں ہی دلیر ہو تو آگے چل کر کیا کرو گے"

"مونگ پھلیاں بیچیں گے"۔ اسلم نے جواب دیا۔

"بھئی اسلم میاں تمہاری شرارتوں کی تفصیل بھی میں سن چکا ہوں ارے ہاں کوئی خاص بات تھی"

"ہاں انکل خادم ہم جو بات آپ سے کہنا چاہتے ہیں براہ کرم اس پر غور کر لیجیے ممکن ہے آپ کے کام آ جائے"

"کہو"

"کیا یہ بات قابل تشویش نہیں ہے۔ کہ جہاز پر اس شخص کے اور بھی ساتھی ہوں گے"

"ہاں ہم پہلے ہی ان امکانات کا تذکرہ کر چکے ہیں"۔ شارق بولا۔

"اور انکل آپ کو یہ خطرہ ہے کہ نیولا ان کو تلاش تو کرے گا لیکن اس کی وجہ سے ہنگامہ آرائی ہو سکتی ہے۔ اور نیولے کی جان جانے کا خطرہ بھی ہے"

"بے شک"

"تو پھر اس سلسلے میں ایک اور کارروائی کیوں نہ کی جائے"

"ہاں ہاں کہو"

"کیا حارث ہمارے کام نہیں آ سکتے"؟

"حارث"!

"جی ہاں بقول آپ کے وہ بھی تو سانپ ہیں۔ اگر وہ سانپ بن کر ان سب سانپوں کا پتہ لگا لیں تو کیا کامیاب نہیں ہو سکتے"

"اوہ" شارق کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اس نے پرخیال انداز میں انسپکٹر خادم اور پروفیسر ٹاٹر کی طرف دیکھا۔ پھر بولا۔

"واقعی یہ تو بہت شاندار ترکیب ہے یہ تو ہمارے ذہن میں ہی نہیں آئی تھی۔ حارث سے اس سلسلے میں کام لیا جا سکتا ہے"

"تو پھر حارث سے اس سلسلے میں بات کی جائے"

"چلو حارث کے کیبن میں چلتے ہیں"۔ حارث عموماً سب الگ تھلگ

کیبن میں رہتا تھا۔ اور زیادہ کسی سے گفتگو نہیں کرتا تھا اس کے اس کے
چہرے پر عجیب سی اداسی چھائی رہتی تھی۔ غالباً اسے کاراکاٹی یا اپنی آیا ستارہ
کی موت کا بے حد افسوس تھا۔ وہ لوگ حارث کے کیبن میں پہنچے تو انہوں
نے حارث کو کیبن کے درمیان فرش پر کھڑے ہوئے دیکھا اس کے چہرے
پر خوفناک کیفیت نظر آ رہی تھی خوبصورت حارث کی یہ کیفیت دیکھ کر سب
لوگ چونک پڑے حارث نے اپنی سیاہ آنکھوں سے ان کی طرف
دیکھا پھر اس کی آواز ابھری۔

"انکل میں اپنی ماں کے قاتل کا پتہ لگا چکا ہوں میں کئی دن سے
اس کوشش میں مصروف تھا آپ لوگوں کو میں اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارے
اندر ایک خاص حس ہوتی ہے۔ اور یہ حس ہمیں آپ انسانوں سے ذرا سا
ممتاز کرتی ہے۔ اور اب جب کہ مجھے میری اصلیت بتا دی گئی ہے
اور میں حقیقت حال جان چکا ہوں تو میں آپ سے کچھ چھپانا پسند نہیں کرتا
میں نے اپنی ماں کی آنکھوں میں اس کے قاتل کی تصویر دیکھ لی تھی اور
مجھے جو کچھ نظر آیا وہ میرے ذہن میں محفوظ ہے میری ماں کا قاتل ایک
شخص تھا جس کا قد چھوٹا ہے اور بدن گول مول ہے میں اس شخص کی
تلاش میں سرگرداں تھا۔ اور جب آپ لوگ سب مجھے اس جہاز پر لائے
تو مجھے اپنی ماں کے قاتل کی خوشبو محسوس ہوئی میں مانتا ہوں کہ کاراکاٹی
میری ماں نہیں تھی لیکن آپ یقین کریں کہ اس نے ماں ہی کی طرح مجھے
پروان چڑھایا تھا اور مجھے میرے ماں باپ کے بارے میں بتا کر جنگلوں

میں تربیت حاصل کرنے کے لئے بھیجتی رہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی
میں اپنی اصلیت نہ بھولوں چنانچہ میں گھوڑے پر بیٹھ کر جنگلوں میں بہلتا
اور درختوں سے لپٹا رہتا تھا۔ اس سے مجھے تازگی اور فرحت ملتی تھی
اور میں ہمیشہ خوش و خرم رہتا تھا چنانچہ انکل میں نے جہاز پر اس شخص کو
تلاش کر لیا ہے۔ جو میری ماں کا قاتل ہے"۔

"وہ کون ہے وہ کہاں ہے" سب بری طرح چونک پڑے
تھے۔

"پرنس درانی ہے اور یہاں جہاز کے کپتان کے کیبن میں رہتا ہے۔
وہ کپتان کا دوست ہے"

"حارث اب میں بھی تمہیں ایک بات بتاؤں اگر وہ پرنس درانی
ہے تو نازیہ بھی یقیناً اس کے پاس ہوگی کیا تم اس کی بو محسوس نہیں کر
سکتے"

"انکل ایک بات اور بھی میں آپ کو بتا دوں وہ سانپوں کی
شہزادی ہے اور میں شہزادہ ہم لوگوں کی خوشبو کوئی نہیں محسوس کر سکتا خواہ
وہ سانپ ہو یا انسان یہ ہمارے اندر خصوصیت ہوتی ہے اسی لیے میں
نازیہ کی خوشبو پانے میں ناکام رہا ہوں اگر وہ مجھے مل جائے تو آپ یقین
کریں کہ مجھے بہت خوشی ہوگی وہ نازیہ نہیں میری سندا ہے۔ آپ لوگوں
کو یقیناً اس بات کا علم ہوگا کہ میری اپنی دنیا میں میرا نام طارق تھا چنانچہ
انکل اب جب کہ میں نازیہ کو تلاش نہیں کر سکا تو کم از کم میں نے اپنی

ماں کے قاتل پرنس درانی کو تو تلاش کر ہی لیا ہے "
"کیا تم خود اسے دیکھ کر آئے ہو"؟
"جی ہاں کپتان کے کیبن میں وہ ایک ایسی جگہ رہتا ہے جہاں کوئی سوراخ کوئی رخنہ نہیں ہے۔ اور اس کی حفاظت کے لئے معقول بندوبست کیا گیا ہے اس کا مقصد ہے کہ کپتان اُس کا دوست ہے "

"حارث تم نے واقعی کتنا بڑا انکشاف کیا ہے کہ ہم حیران رہ گئے ہیں۔ کیا پرنس درانی اپنے اس کیبن سے باہر نہیں نکلتا"؟
"پتہ نہیں کیوں نہیں نکلتا ویسے میرا خیال ہے کہ جب تک آپ کے نیولے نے ایک سانپ کو ہلاک نہیں کیا تھا۔ پرنس درانی آزادانہ طور پر باہر آجا رہا تھا لیکن اس حادثے کے بعد سے وہ بالکل روپوش ہو گیا ہے "

"خوب حیرت کی بات ہے حارث ہم تم سے یہی کہنے والے تھے کہ تم جہاز پر سانپ بن کر گھومو پھرو۔ اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ اس آدمی کے علاوہ جہاز پر اور کوئی سانپ ہے یا نہیں "
"اور کوئی سانپ یہاں موجود نہیں ہے انکل میں آپ سے دعوے سے کہتا ہوں۔ اس کے علاوہ اگر آپ کو شبہ ہے تو آپ مطمئن رہیے میں سانپ بن کر آپ کے جسموں پر پھنکاریں مارے دیتا ہوں سانپوں کا شہزادہ جس بدن پر پھنکار مار دے دنیا کے کسی سانپ کی طاقت

نہیں ہو سکتی کہ وہ اس پر حملہ کرنے کی کوشش کرے "
"خوب تو پھر تو تم یہ کام ضرور کرو حارث کیونکہ ہمیں ایک اور بھی خطرہ ہے "

"وہ کیا انکل "
"پرنس درانی بہت چالاک آدمی ہے۔ اگر اس نے ناز بہ کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ وہ سانپ بن کر ہمیں ختم کر دے تو کیا سانپوں کی شہزادی سے ہم محفوظ رہ سکیں گے "
"آپ نے بالکل ٹھیک کہا انکل یہ بات تو میرے ذہن میں نہیں آئی تھی اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں سانپ بن جاؤں "
حارث نے پوچھا۔
اجازت کی کیا ضرورت ہے بھئی تم سانپ ہو سانپ بن جاؤ ہم تو تمہاری اصلیت سے واقف ہیں ہی "
"تو پھر آپ کیبن کا دروازہ بند کر دیجیے " حارث نے کہا اور انہوں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد حارث کے بدن سے نیلا دھواں خارج ہونے لگا تھا وہ کئی بار دیکھ چکے تھے اور شاندار سانپ سامنے کھڑا تھا۔ اس نے ان لوگوں کے جسموں پر پھنکار ماریں ہر ایک کے بدن پر کئی کئی بار پھنکار نے کے بعد وہ اپنی اصلی شکل میں واپس آگیا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔
"انکل اب دنیا کا کوئی سانپ آپ کو نہیں کاٹ سکتا وہ آپ

کی خوشبو سونگھ کر ہی بھاگ جائے گا۔"

"بہت خوب حارث اب ہم تم سے ایک اور کام لینا چاہتے ہیں۔"

"فرمایئے فرمایئے۔"

"کیا تم پرنس درانی کے اُس کیبن میں داخل ہو سکتے ہو؟"

"جی ہاں میں نے ایک ایسا راستہ تلاش کر لیا ہے۔ جہاں سے میں اس کیبن میں داخل ہو سکتا ہوں یہ ایک خاص راستہ ہے جس کا علم جہاز کے کپتان کو بھی نہیں ہے" حارث نے جواب دیا۔

"تو پھر حارث تم پرنس درانی کے خلاف ابھی کوئی کارروائی نہ کرو۔ ہم اس شخص کی حرکات سے واقف ہونا چاہتے ہیں۔ بہتر یہ ہو گا کہ تم اس راستے سے اندر جا بیٹھو اور جہاز کے کپتان اور پرنس درانی کے درمیان ہونے والی گفتگو سے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرو کہ اب ان کا کیا پروگرام ہے۔"

"میں یہ کام باسانی کر لوں گا انکل اور اس کے ساتھ ساتھ ہی مجھے اجازت دیجیے کہ میں اپنی بہن نازیہ کو بھی تلاش کروں"

"نازیہ کا پتہ تم ان لوگوں کی گفتگو ہی سے پا سکتے ہو اگر وہ تمہیں مل جائے تو اس سے زیادہ اور خوشی کی کوئی بات نہیں ہو سکتی" شارق نے کہا اور حارث نے گردن ہلا دی۔

"تو پھر اب میں چلتا ہوں" وہ بولا اور ایک بار پھر وہ سانپ بننے کے بعد کیبن کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

انتہائی حسین سیاہ سانپ اس طرح بل کھاتا ہوا باہر نکل رہا تھا۔ کہ اس پر نگاہ بھی نہ ٹھہرتی تھی چند ہی لمحات کے بعد وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

حارث کو پندرہ سال کی عمر میں اس کی ماں ستارہ نے بتایا تھا کہ وہ ستارہ کا بیٹا نہیں ہے۔ حارث یہ سن کر حیران رہ گیا تھا پھر اس نے اپنی ماں سے پوچھا کہ وہ اگر اس کا بیٹا نہیں ہے تو کون ہے اس پر ستارہ نے انکشاف کیا کہ وہ دراصل سانپ ہے۔ اور ستارہ خود بھی سانپ ہے حارث کو اپنی اصل حیثیت جاننے کے بعد بڑی حیرت ہوئی تھی۔ چونکہ جدید دنیا میں وہ انسانوں ہی طرح پروان چڑھا تھا اور اس وقت تک جب تک ستارہ نے انہیں یہ نہیں بتایا کہ وہ سانپ ہے اسے کبھی احساس ہی نہ ہو سکا کہ وہ انسان نہیں ہے پھر ستارہ نے اسے تمام صورت حال بتاتے ہوئے کہا۔ کہ وہ تو صرف اس کی نگران ہے اور اسے ایک

مخصوص وقت پر اُس کی حکومت میں واپس لے جائے گی جہاں اس کا باپ جوکارہ اس کا انتظار کر رہا ہے۔ حارث کو تمام تفصیلات معلوم ہو چکی تھیں اُسے یہ بھی معلوم تھا کہ اُس کا اصل نام طارق ہے، بہر طور اس نے اسی دن سے عہد کر لیا تھا کہ اپنے چچا فوملے سے اپنی حکومت ضرور واپس لے گا۔ اور اپنے باپ کی حکمرانی قائم کرے گا لیکن بے چاری ستارہ یا کارِکائی مر گئی تھی اُس وقت۔ سے حارث اپنے اس دشمن کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ پھر اس کی ملاقات شارق سے ہوئی اور شارق نے اسے تمام صورت حال بتاتے ہوئے اس سے ہمدردی کا اظہار کیا اور کہا کہ بہت جلد وہ اسے لے کر اس کے باپ کے پاس جائے گا۔ چنانچہ حارث ان لوگوں کے ساتھ ہی رہنے لگا تھا۔ پھر باقی معاملات سامنے آ گئے اور بالآخر وہ اس سفر پر روانہ ہو گئے۔ جب سے حارث کو معلوم ہوا تھا کہ اس کی ماں کارِکائی کا قاتل اسی جہاز پر موجود ہے تو اس کا دل انتقام انتقام پکارنے لگا تھا۔ اگر درحقیقت اگر وہ ہوشیاری سے کام لے کر ان لوگوں سے مشورہ نہ کر لیتا تو پھر پرنس درانی کو ہلاک ہی کر ڈالتا۔ وہ معمولی سانپ نہیں تھا اور آسانی سے کسی کے قبضے میں نہیں آ سکتا تھا۔ بہر طور وہ بڑی چالاکی سے پرنس درانی کے خلاف جاسوسی کر رہا تھا گول مٹول پرنس درانی بڑا چالاک انسان تھا اس نے کپتان کو ساری حقیقتیں بتا دی تھیں۔ اور پھر ایک دن حارث نے ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو سنی پرنس درانی کپتان سے کہہ رہا تھا۔

"مسٹر باور آپ کو آپ کے جہاز کے مسافروں کو اس سلسلے میں پریشانی ضرور ہوگی لیکن یوں سمجھ لیں کہ آپ کروڑوں روپے کے ہیروں کی مالیت کے مالک بن جائیں گے میں نے جو آپ سے وعدہ کیا ہے اسے ضرور پورا کروں گا میری آپ کی دوستی آج کی نہیں۔ بلکہ بیس سال سے ہے ہم دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں پرنس درانی مجھے آپ پر مکمل اعتبار ہے۔ لیکن پروگرام کیا ہے آپ کا۔"

"میں آپ کو وہ جگہ بتا دوں گا جہاں سے آپ کو اصل راستہ چھوڑ کر اس جزیرے کی جانب سفر کرنا ہے۔ جو ڈھانچوں کا جزیرہ کہلاتا ہے وہاں ڈھانچوں کی سلطنت ہے بس مجھے اس جزیرے تک پہنچا دیجئے میں جوکارہ کی بیٹی سندا کو اس کے دشمن فوما کے حوالے کر دوں گا اور اس سے کہوں گا کہ اب اس کے بچاؤ کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔ وہ یہ کہ اگر جوکارہ ڈھانچوں کی سلطنت پر حملہ آور ہو۔ تو وہ اُس سے کہے کہ اگر جوکارہ واپس نہ چلا گیا تو اس کی بیٹی سندا کو قتل کر دیا جائے گا۔ صورت حال اب اس طرح بگڑ چکی ہے مسٹر باور کہ اب ہمارے سنبھالے نہیں سنبھل سکتی وہ کمبخت کارِکائی مر گئی ورنہ ہمیں اُس سے اُس لڑکے کا پتہ معلوم ہو سکتا تھا۔ جو جوکارہ کا بیٹا ہے بہر طور اب یہی مناسب کہ جوکارہ کی بیٹی کو فوما کے پاس پہنچا دیا جائے۔ فوما ہمیں انعام میں بہت سے ہیرے دے گا ہم اس میں سے آدھے ہیرے تمہارے

ہوالے کر دونگا،،

" ٹھیک ہے مسٹر درانی مجھے تم پر یقین ہے میں اس جگہ پہنچ کر جہاں تم مجھ سے کہو گے جہاز کے انجن بند کروا دونگا اور پھر کہوں گا کہ ہم راستہ بھول گئے ہیں۔ ہمارا کمپاس خراب ہو گیا ہے پھر ہم راستہ بھٹک کر اس جگہ جا نکلیں گے جہاں تمہیں پہنچنا ہے۔ اور اس کے بعد ہم تمہیں وہاں اتار دیں گے اور میں جہاز لے کر اپنے راستے پر روانہ ہو جاؤں گا واپسی میں مجھے جتنے بھی دن لگیں اس کے بعد میں تمہیں اسی جزیرے سے لے لوں گا،،

" یہ بہت عمدہ پروگرام ہے" پرنس درانی نے کہا۔

" میرے لائق اور کوئی خدمت ہو تو بتاؤ،،

" نہیں بس میں یہی چاہتا ہوں کہ جوکارہ کی بیٹی سندا کی نگرانی کی جائے" میں نے اسے کیبن نمبر آٹھ میں بند کر دیا ہے اور اس کے گرد اپنے آدمیوں کا پہرہ لگا دیا ہے۔ تاکہ کوئی اس تک نہ پہنچ سکے"

" ہاں ہاں یہ بات تو مجھے معلوم ہے۔ ویسے وہ خوش ہے نا،،

" ہم نے اسے کہہ دیا ہے کہ اس کی زندگی کو خطرہ ہے اور پرنس درانی کے حکم سے اُسے وہاں بند کیا جا رہا ہے۔ البتہ ہم نے اس کے آرام کا کافی بندوبست کر دیا ہے" کپتان ہاور نے جواب دیا۔

" میں تمہارا بے حد شکر گزار ہوں ہاور"

" لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے پرنس درانی کہ کیا تمہیں کسی سے کوئی خطرہ ہے اس جہاز میں تو کوئی نہیں ہے سب ہمارے اپنے آدمی ہیں،،

" تم نہیں جانتے کپتان ہاور میرا مقابلہ انسانوں سے نہیں بلکہ خوفناک روحوں سے ہے سانپ عام چیز نہیں ہوتے وہ کب اور کہاں میری خوشبو سونگھ لیں بس اس سے ڈرتا ہوں اس لئے میرا کیبن میں بند رہنا ہی مناسب ہے،،

" تو ٹھیک ہے تمہیں اگر تکلیف ہے تو مجھے بتاؤ"؟

" نہیں شکریہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے،، حارث ایک دیوار سے لپٹا ہوا۔ یہ ساری تفصیل سن رہا تھا اُسے یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ اس کی بہن سندا بھی اس جہاز سے سفر کر رہی ہے۔ اور کیبن نمبر آٹھ میں قید ہے پھر اسے کون روک سکتا تھا وہ رینگتا ہوا کیبن کے اس سوراخ سے باہر آگیا جو کسی وجہ سے بن گیا تھا اور کیپٹن ہاور کو بھی معلوم نہیں تھا کہ اس کے کیبن میں ایکوئی سوراخ موجود ہے بہرطور وہ وہاں سے نکل کر کیبن نمبر آٹھ کی تلاش میں چل پڑا کیبنوں کی قطار میں اس نے کیبن نمبر آٹھ تلاش کر ہی لیا۔ اب وہ پاگلوں کی طرح اس کیبن میں داخل ہونے کی ترکیب سوچ رہا تھا۔ اور چند ہی لمحات کے بعد اسے ایسی جگہ نظر آگئی جہاں سے وہ کیبن کے اندر پہنچ سکتا تھا۔ وہ ایک روشندان تھا جو کیبن کے عقبی حصے میں بنا ہوا تھا۔ جہاں رسیوں کے اونچے ڈھیر پڑے ہوئے تھے۔ ان پر چڑھ کر روشندان میں داخل ہو سکتا۔ چنانچہ حارث

نے ایسا ہی کیا وہ بل کھاتا لہراتا ہوا رسیوں پر چڑھ گیا اور چند ہی لمحات کے بعد اس نے روشن دان سے اندر جھانکا اس کی بہن سندرا ایک آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی کوئی کتاب دیکھ رہی تھی۔ حارث کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی دوسرے لمحے وہ روشن دان سے لٹک کر نیچے پہنچا اور سندرا کے سامنے آگیں سندرا کے حلق سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی تھی وہ سانپ کو دیکھ کر بدحواس ہو گئی تھی لیکن دفعتاً اسے اپنے اندر ایک عجیب سی کیفیت محسوس ہوئی پھر اس کا بدن بھی آہستہ آہستہ ڈھل بننے لگا تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی ناگن بن گئی تھی تب حارث سانپ کی شکل میں اس کی طرف بڑھا۔ اور دونوں بہن بھائی بغلگیر ہو گئے حارث نے پھنکارتے ہوئے کچھ کہا۔ اور سندرا بھی پھنکارنے لگی۔ چند لمحات کے بعد وہ دونوں انسان بن گئے۔ تب حارث محبت بھرے لہجے میں بولا۔

"میری بہن تو نے مجھے پہچان لیا؟"

"ہاں بھائی بھلا میں آپ کو نہیں پہچان سکتی تھی۔ ہم دونوں کے بدن کی خوشبو تو ایک ہی ہے۔"

"تجھے پوری کہانی معلوم ہے سندرا؟"

"کیسی کہانی بھائی حارث؟"

"تجھے اس بات کا علم ہے کہ پرنس ورانی ہمارا دشمن ہے؟"

"کیا وہ تو ہمارے پاپا ہیں!"

"اب جب کہ تجھے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تو انسان نہیں بلکہ ناگن ہے تب بھی تو اسے اپنا پاپا کہتی ہے؟"

"آہ مجھے کچھ نہیں معلوم بھائی حارث مجھے میری کہانی تو سناؤ۔"

"اگر تجھے کچھ نہیں معلوم تو تو یہ بتا کہ تو مجھے کیسے پہچان گئی؟" حارث بولا اور سندرا پریشان نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"ارے ہاں یہ تو ہے پتہ نہیں کیوں تمہیں دیکھ کر میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ تم میرے بھائی ہو اور ہم بچپن سے بچھڑ گئے ہیں۔"

"اس کی ایک وجہ ہے سندرا کہ ہم تم ایک ہیں۔ پرنس ورانی ہمارا دشمن ہے۔"

"بھلا وہ کیسے؟"

"سنو میں تمہیں ایک انوکھی کہانی سناتا ہوں۔" حارث بولا اور پھر اس نے سندرا کو جوگارو اور فوما کی کہانی سنائی۔ سندرا پاگلوں کی طرح یہ کہانی سن رہی تھی اور جب حارث نے یہ بتایا کہ پرنس ورانی نے گارو کی اور مرد ٹبو کو قتل کر دیا ہے اور وہ سندرا کو لے کر ڈھانچوں کے جزیرے میں جا رہا ہے۔ جہاں وہ اسے فوما کے حوالے کر دے گا تو سندرا ناگن کی طرح بل کھانے لگی پھر اس نے کہا۔

"اگر پرنس ورانی ہمارا دشمن ہے تو پھر بھائی حارث میں یہ بات بھول جاؤں گی کہ اس نے میری پرورش کی ہے جو شخص ہمارے ماں باپ کا دشمن ہے وہ ہمارا دوست کیسے ہو سکتا ہے۔"

وہ بے شک سندا اور اس نے تمہیں اس لئے قید کر رکھا ہے کہ وہ تمہیں ڈھانچوں کی سلطنت میں پیش کرنا چاہتا ہے۔"

"پھر اب میں کیا کروں چلو میں تمہارے ساتھ چلتی ہوں تمہارے دوستوں کے پاس۔"

"نہیں سندا یہ ممکن نہیں ہے اور یہ خطرناک بھی ہوگا۔"

"کیوں؟"

"اگر تم ابھی سے ہمارے پاس چلی آئیں تو پھر یہ کمبخت لوگ جہاز کو اس طرف نہیں لے جائیں گے۔ اور ہم اپنی حکومت تک نہیں پہنچ سکیں گے اس لئے بہتر یہ ہے کہ جیسا یہ کہیں کرتی رہو ساحل پر پہنچنے کے بعد ہم خود صورت حال سنبھال لیں گے مگر خبردار انہیں علم نہ ہونے پائے کہ تم حقیقت سے آگاہ ہو گئی ہو۔"

"قطعی علم نہیں ہوگا اب تم اس سلسلے میں بالکل بے فکر رہو" سندا نے جواب دیا۔

"تو پھر میں چلتا ہوں" حارث بولا۔

"اچھا بھائی دیوتا تمہاری حفاظت کرے" سندا بولی اور حارث پھر سانپ کی شکل میں آ گیا اس نے سندا کے شانوں پر چڑھ کر روشن دان کا رخ کیا پھر وہ روشن دان سے باہر نکل گیا۔

شارق اور دوسرے تمام لوگ حارث کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ انہیں کافی دیر انتظار کرنا پڑا تب کہیں جا کر حارث اس کیبن میں داخل ہوا۔ جس میں وہ لوگ موجود تھے۔ کیبن میں داخل ہونے وقت وہ انسانی شکل ہی اختیار کر گیا تھا۔ سب لوگ اُسے دیکھ کر چونک پڑے اور پھر مسکراتی نگاہوں سے اُس کا استقبال کیا۔

"آؤ حارث تمہارا چہرہ بتاتا ہے کہ تم ضرور کوئی خاص بات معلوم کر کے آئے ہو۔"

"ہاں شارق صاحب بہت ہی خاص بات ہے" حارث نے جواب دیا۔

"بیٹھو، بیٹھو اطمینان سے سناؤ کیا معلوم کیا تم نے"

"پرنس ورالی کپتان کے کیبن میں موجود تھے۔ کپتان اُس سے اُس کی دوستی ہے۔ دونوں نے ایک چال چلی ہے۔"

"چال"

"ہاں چال"

"کیسی چال ذرا اُس کی تفصیل تو بتاؤ"

"تفصیل یہ ہے کہ جہاز ابھی سیدھے راستے پر چلتا رہے گا اُس

کے بعد کپتان کہے گا کہ اُس کا کمپاس ٹوٹ گیا ہے اور وہ سمندر میں راستہ بھٹک گئے ہیں۔ پھر کپتان اُس طرف آ جائے گا جہاں وہ جزیرہ ہے جس پر نوما کی حکومت ہے۔ ڈھاپخوں کی اس سلطنت میں پہنچ کر پرنس وراق اور سندا کو نوما کے حوالے کر دے گا۔ اور فوما میرے باپ جوکارہ کو مجبور کرے گا کہ وہ حکومت چھوڑ کر کہیں اور چلا جائے۔ یا اگر میرے باپ جوکارہ نے اس کے خلاف کوئی کارروائی کی تو فوما یہ کہے گا کہ اگر ایسا کیا گیا تو سندا کو قتل کر دیا جائے گا۔ پرنس وراق کا منصوبہ ہے جو وہ فوما سے مل کر تکمیل پہنچائے گا۔ جواب میں فوما اسے ہیرے دے گا۔ جس میں آدھے ہیرے کپتان کے ہوں گے۔ کپتان پرنس وراق کو جزیرے پر اتارنے کے بعد اپنی منزل کی جانب چل دے گا۔ اور واپسی میں وہاں سے پرنس وراق کو اپنے ساتھ لے گا۔ یہ اُن لوگوں کا منصوبہ ہے۔"

"خدا کی پناہ کتنا شاندار منصوبہ بنایا ہے انہوں نے" جاوید نے متاثر لہجے میں کہا۔

"واہ واہ لطف آ گیا یہ پرنس وراق تو بہت ہی تیز نکلا۔ حالانکہ اس کی شکل و صورت گیند کی طرح ہے۔ کیا گیند بھی اتنی تیزی سے سوچ سکتی ہے۔"

"جب تمہاری کھوپڑی میں میرا مطلب ہے بھوسا بھری کھوپڑی میں جب یہ باتیں آ سکتی ہیں تو اس کی کھوپڑی تو تم سے کہیں بڑی ہے۔"

"بات کھوپڑی کی نہیں ہے بھائی اب تم دیکھو تمہاری کھوپڑی کتنی

چھوٹی سی ہے۔ لیکن بعض اوقات اُس میں کتنی کام کی چیزیں آ جاتی ہیں۔"

"اسلم چیف سے بدتمیزی مت کرو" ساجد نے اسلم کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"اوہ سوری سوری میں بھول گیا تھا" اسلم جلدی سے بولا۔

"تم لوگ اپنی چونچیں لڑا چکے تو میں اس سلسلے میں بات کروں" انسپکٹر خادم نے کہا۔

"ہاں ہاں انکل خادم ہم اپنی چونچیں بند کیے لیتے ہیں۔" اسلم نے جواب دیا۔ اور اپنے دونوں ہونٹ چٹکی سے پکڑ لئے شارق کو ہنسی آ گئی تھی۔

"بھئی اگر یہ بچے سفر میں ساتھ نہ ہوتے تو سفر بے مزہ ہوتا۔"

"بات بچوں کی نہیں ہو رہی ہے شارق صاحب بات اُن کے منصوبے کی ہو رہی ہے" خادم نے درمیان میں دخل دیا۔

"ہاں تو ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ واقعی بہترین منصوبہ ہے۔ اور اس منصوبے سے ہمیں بھی بڑا فائدہ پہنچے گا۔"

"بھلا وہ کیسے۔"

"وہ ایسے میں بتاتا ہوں" انسپکٹر خادم نے کہا۔ اور سب اُس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"کپتان راستہ بھول کر اُس جزیرے کی طرف جائے گا۔ اور وہاں جہاز کو کنارے سے لگائے گا۔ تاکہ پرنس وراق پیچھے اتر جائے

سندا پرنس درانی کے ساتھ ہوگی۔ ہمارا منصوبہ یہی ہے کہ ہم درمیان
میں وہ لائف بوٹس لے کر اتر جائیں گے جو جہاز میں موجود ہیں۔ اور جزیرے
کی جانب سفر کریں گے۔ ہمارا یہ منصوبہ خطرناک بھی ہو سکتا ہے کیونکہ
لائف بوٹس سے راستہ طے کرنا خاصہ مشکل کام ہوتا ہے میرے خیال
میں پرنس درانی نے اس جہاز سے سفر کر کے ہماری ساری مشکلیں
آسان کر دی ہیں۔ اب یہ ہوگا کہ ہم لائف بوٹس استعمال کرنے کے
بجائے جہاز میں موجود رسیوں کی سیڑھیوں سے کام چلائیں گے۔ اور
تاک میں رہیں گے کہ جس وقت جہاز کنارے پر لگے ہم لوگ عرشے
پر موجود ہوں۔ ہم نہایت خاموشی سے ان سیڑھیوں کے ذریعے سمندر
میں اتر جائیں گے اور جزیرے پر پہنچ جائیں گے۔ پرنس درانی اور جزیرے
کی حکومت کے لوگوں سے میرا مطلب ہے ڈھانچوں سے محفوظ رہ
کر کام کریں گے۔ اور کسی نہ کسی طرح سندا کو حاصل کر لیں گے۔ سندا کو
حاصل کرتے ہی ہم جو کارہ کی طرف روانہ ہو جائیں گے اور اُس سے مل جائیں
گے۔ کیا خیال ہے؟"

"اسکیم تو اچھی ہے لیکن کیوں نہ سندا کو درمیان ہی سے اڑا لیا جائے"
شارق بولا۔

"اس طرح وہی بات سامنے آئے گی یعنی ہم تو پرنس درانی کو اس
جہاز میں بھی ختم کر سکتے ہیں۔ لیکن پھر وہ اپنے منصوبے کو عملی جامہ
کیسے پہنا سکے گا۔ چنانچہ بہتر یہی ہے کہ سب کچھ اُس کی مرضی کے مطابق
ہی ہونے دیا جائے اور ہم صرف اُس کا تعاقب کریں۔"

"کیا کنارے پر سمندر میں اترنا آسان ہوگا؟"

"بس یہی تو کام ہمیں کرنا ہے۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو سکا تو ان سے
پہلے سمندر میں اتر جائیں گے اور کسی نہ کسی طرح اُن سے پہلے جزیرے
میں پہنچ کر چھپ جائیں گے۔"

"خیر مشکل تو یہ ہے کام بھی نہیں ہوگا۔ کہ ہم کنارے پر سمندر میں
اتر جائیں، ہم پہلے سے اس کی تیاری مکمل رکھیں گے۔" پروفیسر شماٹر نے
درمیان میں دخل دیا۔

"ہاں یہ اہم مسئلہ نہیں ہے۔ پھر کپتان خود بھی جہاز کو ایسے
وقت پر کنارے پر لگائے گا جب پرنس درانی کو اترتے ہوئے کوئی دیکھ
نہ سکے گا۔ اُسے خود بھی تو اپنی پوزیشن کا خیال رکھنا ہے۔ ورنہ جہاز کے
دوسرے مسافر اُس سے سوال نہیں کریں گے کہ جہاز کو بھٹکا کر اس طرف
کیوں لے آیا ہے۔ اس وقت کپتان کی پوزیشن خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"بالکل ٹھیک کہتے ہو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ شاید وہ
رات کے وقت ہی جہاز کو ساحل پر لگائے گا۔"

"ویری گڈ، ویری گڈ" یہ ہمارے لیے بڑی آسانی پیدا ہو جائے
گی۔ ویسے حارث تم نے سندا سے ملنے کی کوشش تو نہیں کی؟"

"نہیں میں اپنی بہن سے مل کر آیا ہوں۔"

"کیا مطلب" سب چونک پڑے۔

"ہاں میں سندا سے مل کر آیا ہوں۔"

"کیا سندا نے تمہیں پہچان لیا؟" شارق نے تعجب سے پوچھا۔

"فوراً پہچان لیا۔ میں اُسے اپنی پوری کہانی سنا دی ہے اور اُس نے کہا ہے کہ اب تو وہ بہت زیادہ ہوشیار رہے گی اور کسی چکر میں نہیں پھنسے گی وہ یہ تو کہہ رہی تھی کہ کیوں نہ ہم پرنس درانی اور کپتان کو کاٹ کر ختم کر دیں۔ ہم اپنے زہر اُن کے جسموں میں انڈیل دیں اور اس طرح وہ نیلے ہو کر ختم ہو جائیں گے۔ لیکن میں نے اُسے منع کر دیا۔ میں نے کہا کہ یہ مناسب نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک کہا تم نے واقعی یہ مناسب نہیں ہوگا۔ کیا سندا مان گئی۔"

"ہاں مان گئی وہ میری بہن ہے اور ہم دونوں کو اپنے ماں باپ یاد آ گئے ہیں۔ اور اب ہم انتہائی بے چین ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اپنے ماں باپ سے جا ملیں۔" حارث نے جواب دیا۔

"ہماری بھی انتہائی کوشش ہے کہ تمہیں تمہارے والدین سے ملا دیں۔" شارق نے کہا۔

میں آپ لوگوں کو کچھ دینے کا وعدہ کر کے آپ کی توہین نہیں کرنا چاہتا لیکن سانپوں کی سرزمین میں بہت کچھ ہوگا۔ اور آپ کو آپ کا یہ سفر بے کار نہیں محسوس ہوگا۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو بیٹے۔ حارث میں تو تمہاری بھلائی اور رجو کار کی دوستی کے لیے یہ سب کچھ کر رہا ہوں۔ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔" شارق نے جواب دیا۔ اور حارث ممنون نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے لیے بعد وہ سب منتشر ہو گئے جاوید، ساجد اور اسلم بیٹھے رہ گئے تھے۔

"کیوں بھئی تم لوگ نہیں چلو گے۔"

"ہم لوگ ذرا حارث بھائی سے باتیں کریں گے۔" جاوید بولا۔

"اچھا اچھا کیوں حارث تم آرام کرنے کے تو موڈ میں نہیں ہو۔"

"نہیں نہیں یہ بچے مجھے بھی اچھے لگتے ہیں۔ یہ محسوس کر کے کہ میں ان میں سے نہیں ہوں۔ میں بڑی عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا ہوں میرا دل چاہتا ہے کہ ان کے ساتھ ہنسوں بولوں ان کے ساتھ پر لطف باتیں کروں۔"

"تو اس میں ہرج کیا ہے۔ جائیے انکل آپ آرام کیجئے۔ ہم ذرا دیر میں آ جائیں گے۔ جاوید نے کہا۔ اور وہ سب باہر نکل گئے۔ حارث مسکراتی نگاہوں سے ان کو دیکھ رہا تھا۔

"ہاں جاوید صاحب فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں"

خدمت کا کام تو انکل خادم کے سپرد ہے۔ حارث بھائی ہم تو آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ سانپ بننے کا آسان نسخہ کیا ہے؟" اسلم بولا۔

"نسخہ"

"ہاں کیا ہم لوگ سانپ نہیں بن سکتے۔"

"نہیں دوستو میں تو سانپوں کی نسل ہی سے تعلق رکھتا ہوں مجھے تو اس سے پہلے معلوم نہیں تھا لیکن میری ماں یا میری آیا کالا کائی نے مجھے

تو بنایا اور مجھے جب تمام باتیں معلوم ہوئیں تو میں نے خود کو آزما کر دیکھا میری ماں چونکہ خود سانپ تھی ۔ میرا مطلب وہ " ما جس نے میری پرورش کی تھی میں اسے ماں ہی کہتا تھا ۔ اس لیے اس نے اپنے طور پر مجھے تمام تفصیلات سمجھا دیں اور میں سانپ بننا سیکھ گیا ۔ اس کے بعد میں جنگل میں درختوں پر لٹکا رہتا تھا اور وہ چیزیں کھاتا تھا جو سانپوں کی خوراک ہوتی ہیں ۔ اور اپنی قوتوں کو آواز دیتا رہتا ۔

" آپ کی قوتیں آپ کی آواز سن کر آ جاتی تھیں " اسلم نے سوال کیا ۔ اور حارث مسکرا دیا ۔

" ہاں شریر بچے میری قوتیں میری آواز سن کر آ جاتی تھیں "

" سانپ بن کر آپ کیسا محسوس کرتے ہیں "

" بس کچھ نہیں مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ میں کسی خول سے نکل کر اپنے اصل بدن میں آ گیا ہوں "

" تعجب ہے ۔ مگر یہ تو بتائیے سانپ انسان کیسے بن جاتے ہیں "

" بس سانپوں میں ایک قوت ہوتی ہے کہ وہ ایک ہزار سال کی عمر پانے کے بعد اپنی جون بدل لیتے ہیں ۔

" جولائی نہیں بدل سکتے " اسلم پھر بول پڑا ۔

" کیا مطلب "

" آپ جون کے لیے کہہ رہے تھے ۔ میں نے جولائی کے لیے کہہ دیا ۔ ایک ہی مہینے کا تو فرق ہے ۔ اس میں کون سی بڑی بات ہو گئی

" جون کے مہینے کی بات نہیں کر رہا ہوں ۔ میں بلکہ جون سے مراد یہ ہے کہ اپنی شخصیت بدل لیتے ہیں "

" مگر آپ کی عمر تو ایک ہزار سال نہیں ہے حارث بھائی پھر آپ اپنی شخصیت کیسے بدل سکتے ہیں "

" میں سانپوں کا شہزادہ ہوں مجھ میں یہ تمام قوتیں موجود ہیں میں کسی بھی شکل میں آ سکتا ہوں "

" کسی بھی شکل میں ۔

" ہاں "

" تو آپ بندر کی شکل میں آ سکتے ہیں "

" کیوں تمہیں میری شکل بندر جیسی محسوس ہوتی ہے "

" نہیں نہیں ایسی بات نہیں بس ایسے ہی میں نے پوچھ لیا تھا "

" شاید میں بندر کی شکل میں بھی آ سکتا ہوں گھوڑے اور ہاتھی کی شکل میں آ سکتا ہوں ۔ لیکن اس وقت اس جہاز میں میرے لیے یہ سب ممکن نہیں ہے ۔ میں بہت پریشان ہوں "

" ہم آپ کی پریشانیوں میں آپ کے ساتھی ہیں ۔ حارث بھائی بس آپ سے یہی گفتگو کرنا چاہتے تھے ۔ ذرا سانپوں کے بارے میں ہماری معلومات کم ہیں ۔ اور پھر سانپوں کے شہزادے سے مل کر ہماری خوشی کی انتہا نہیں ہے ۔ اس لیے ہم نے سوچا کہ آپ سے کچھ معلومات حاصل کریں "

"بد قسمتی یہ ہے میری کہ میں خود بھی اپنی سلطنت سے دور ہو چکا ہوں اور آپ لوگوں کے درمیان زندگی گزار رہا ہوں۔ اس لیے مجھے خود بھی اپنی سلطنت کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل نہیں ہیں۔" حارث نے جواب دیا۔

"اچھا بھائی بس اسی لیے ہم آپ کو تکلیف دے رہے تھے۔ اب ہم بھی اجازت چاہیں گے۔" حارث نے مسکراتے انہیں رخصت کر دیا۔ اور وہ تینوں وہاں سے نکل کر اپنے کمرے میں آ گئے۔

سمندر کا سفر جاری تھا۔ اور یہ اس سفر تھا۔ اور یہ اس سفر کی چوتھی رات تھی جہاز اپنی مناسب رفتار سے سفر کر رہا تھا۔ رات کے بارہ بجے کا وقت تھا۔ چاند آسمان پر چمک رہا تھا۔ کہ کپتان نے جہاز میں سائرن بجوا دیا۔ سائرن کی آواز سن کر لوگ متحیر رہ گئے تھے اور پھر کیبنوں سے طرح طرح کی آوازیں آنے لگیں۔ لوگ ایک دوسرے سے صورت حال معلوم کرتے پھر رہے تھے۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ تب جہاز کے مائیکروفون پر کپتان کی آواز ابھری۔

"جہاز کے تمام مسافروں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ ذرا بھی خوف وہراس کا شکار نہ ہوں کوئی خاص بات نہیں ہے۔ بس جہاز کی مشینری میں خرابی ہو گئی ہے۔ ہمارا کمپاس ٹوٹ گیا ہے۔ اس وجہ

سے ہم صحیح راستہ تلاش کرنے میں ناکام ہیں۔ کمپاس کی مرمت ہونے میں کچھ وقت لگے گا۔ اس کے بعد ہم صحیح راستہ اختیار کر لیں گے۔ مسافروں سے درخواست ہے کہ وہ پریشانی کا شکار نہ ہوں اور بدلے ہوئے راستے کے بارے میں غلط انداز میں نہ سوچیں۔" مسافروں نے یہ اعلان کئی بار سنا اور مطمئن ہو گئے۔ شارق انسپکٹر خاور، پروفیسر شاٹر اور دوسرے لوگ یہ سمجھ گئے تھے کہ کپتان نے اپنا کام شروع کر دیا ہے اور یقیناً آج ہی رات جہاز اس جزیرے پر پہنچ جائے گا۔ چنانچہ سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔ حارث سے کہا گیا کہ وہ سندا کو جا کر آخری پیغام دیدے کہ وہ مطمئن رہے اسے جزیرے پر حاصل کر لیا جائے گا۔ خواہ وہ کہیں بھی چھپی ہوئی ہو اور اس کے باقی لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے وہ رسیاں پہلے ہی تلاش کر لی گئی تھیں جن کے ذریعے سمندر میں اترنا تھا دوسرا تمام سامان بھی اس طرح پیک کر لیا گیا تھا کہ انہیں جزیرے پر قیام کرنے میں دقت نہ ہو۔ اس سامان میں کھانے پینے کی چیزیں بھی تھیں۔ اور دوسری تمام چیزیں بھی جو یہ ساتھ لائے تھے۔ اس کے علاوہ بھی انہیں اور کچھ کارروائی کرنا پڑی تھی۔ اور اس کارروائی کے لیے اسلم سب سے زیادہ کارآمد ثابت ہوا تھا۔ اسے جہاز کے کچن میں داخل ہو کر خشک خوراک حاصل کرنی تھی۔ اس نے بڑی صفائی سے بسکٹوں کے ڈبے کھانے پینے کی اور دوسری بہت سی چیزیں حاصل کر لی تھیں۔ اور ان تمام چیزوں کو پلاسٹک کی تھیلیوں میں بند کر لیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی انہوں

نے پلاسٹک کے ایسے خول بھی حاصل کیے تھے جن میں وہ محفوظ رہ سکیں
اور پانی میں انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ بہرطور تمام تیاریاں مکمل تھیں
جہاز آہستگی سے سفر کر رہا تھا۔ کپتان اور عملے کے تمام لوگ ایک
ہی جگہ مصروف تھے۔ درحقیقت کپتان کو یہ بات معلوم تھی کہ اُسے کتنا
فاصلہ طے کرنا ہے یہ بات حارث ہی کے سپرد کی گئی کہ وہ کپتان سے
بات معلوم کر کے آئے۔ اور حارث سب سے پہلے کپتان کے کیبن میں
موجود تھا۔ اور سامنے نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔ وہ لوگ آہستہ آہستہ
باتیں کر رہا تھا پرنس درانی اس سے لاعلم تھا کہ اس کے چند ہی گز کے
فاصلے پر زہریلا سانپ موجود ہے جو اگر پھنکار بھی مار دے تو پرنس درانی
کا بدن پانی بن کر بہہ جائے۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی۔ کہ اسے ایک مخصوص وقت
کے لئے زندہ چھوڑ دیا گیا تھا دفعتاً پرنس درانی نے کپتان سے کہا۔

"ہم جزیرے پر کتنی دیر میں پہنچ جائیں گے"

"جس جزیرے کی طرف تم نے اشارہ کیا ہے۔ وہ زیادہ دور نہیں
ہے میں خصوصی آلات پر اس کی لکیریں دیکھ رہا ہوں"

"کیا ہم اس رفتار سے سفر کرتے رہے تو کیا ہم صبح ہونے سے
پہلے وہاں پہنچ جائیں گے"

"تم صبح ہونے کی بات کر رہے ہو میرا خیال ہے اب سفر
تین گھنٹے سے زیادہ کا نہیں۔ میں تو یہ سوچ رہا ہوں کہ جہاز کو کنارے
پر کس طرح لے جاؤں گا کیا اس جزیرے پر باقاعدہ بندرگاہ ہے"

"نہیں ہرگز نہیں وہ تو ایک ویران جزیرہ ہے جہاں جادوگری
حکومت ہے"

"تو پھر وہاں ساحل پر کوئی باقاعدہ انتظام نہیں ہو سکتا"

"تم اس کی پرواہ نہیں کرو مجھے ساحل سے کچھ فاصلے ہی پر اتار
دینا دراصل مجھے تو اپنی کوئی پرواہ نہیں ہے لیکن سنداکو سنبھالنے میں مجھے ذرا
سی دقت ہوگی"

"تو پھر کیا کرو گے تم"

"تم جہاز کو اتنے فاصلے پر تو لے جا سکتے ہو جہاں سے ہم تیر
کر ساحل تک پہنچ سکیں"

"ہاں کیوں نہیں"

"تو پھر میں سنداکو اپنے کندھے پر اٹھا کر لے جاؤں گا بلکہ بہتر
یہ ہے کہ میں جہاز پر سے اترنے سے پہلے اسے بے ہوش کر لوں ہوش
کے عالم میں تو وہ شور مچائے گی ہر چند کہ مجھ پر اعتبار کرتی ہے وہ اور
مجھے اپنا باپ سمجھتی ہے لیکن اس کے باوجود پانی میں سفر کرتے ہوئے
وہ ڈر رہے گی"

"تم اس کی فکر مت کرو میں اتنے فاصلے پر جہاز رکوا دوں گا کہ
تمہیں تیر کر فاصلہ طے کرنے میں دقت نہ ہو" کپتان نے جواب دیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے ویسے سنداکو بے ہوش کرنے کے متعلق تمہارا
خیال کیا ہے"

"یہ بھی تمہارا معاملہ ہے میں کیا رائے دے سکتا ہوں"، کپتان نے ہنستے ہوئے کہا۔ اور پرنس درانی خاموش ہو گیا حارث خاموشی سے وہاں سے چلا آیا اور اس نے ایک بار پھر سندا کے کیبن کی جانب رخ کیا تھا سندا بدستور اپنے کیبن میں موجود تھی اور آرام کی نیند سو رہی تھی۔ اسے نہیں خبر تھی کہ باہر کیا ہنگامے ہو رہے ہیں حارث نے انسان بن کر اسے جگا دیا اور سندا چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"ارے حارث میرے بھائی تم کیسے"

"میں تمہارے پاس یہ بتانے کے لئے آیا ہوں سندا کہ اب ہم اپنے جزیرے تک پہنچ چکے ہیں"

"کیا واقعی"

"ہاں اب سے دو تین گھنٹے کے بعد ہم اپنے جزیرے پر ہوں گے۔ اور سنو اس دوران پرنس درانی تمہیں بے ہوش کر کے وہاں لے جانے کی کوشش کرے گا۔ تم اس سلسلے میں اپنا کیا بچاؤ کر سکتی ہو"

"مجھے کیسے بے ہوش کرے گا"

"یہ میں نہیں جانتا یہ اس کی دنیا کا معاملہ ہے ممکن ہے ایسی چیزیں اس کے پاس موجود ہوں کہ جس سے وہ تمہیں بے ہوش کر دے"

"تو پھر میں کیا کروں"

"تم کوشش کرنا کہ جب بھی وہ تمہارے پاس آئے تم اپنی سانس بند رکھنا اور اس کی اس کوشش سے اسے باز رکھنا اگر ہوش کے عالم

میں تم نیچے چلو تو بہتر ہے۔ کیونکہ اس طرح ہم تمہیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے"

"اچھا ٹھیک ہے میں کوشش کروں گی لیکن اگر میں بے ہوش ہو جاؤں تو تم مجھے نظر انداز مت کر دینا"

"کیسی باتیں کرتی ہو بہن تمہارے لیئے تو میں جان کی بازی لگا سکتا ہوں"، حارث نے کہا۔

"مجھے یقین ہے" سندا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھا اب میں چلتا ہوں تم ہوشیار رہنا"

"تم فکر مت کرو میں جاگتی رہوں گی اور حارث اپنے کمرے میں آ گیا سفر مسلسل جاری تھا۔ ان لوگوں نے اپنے کیبن خالی کر دیئے تھے اور جہاز کے ایک ایسے حصے میں پوشیدہ ہو گئے تھے جو تاریک تھا اور جہاں بجلی وغیرہ کی روشنی نہیں پہنچ رہی تھی۔ سیڑھیاں تیار تھیں اور وہ لوگ پانی میں اترنے کے لئے پوری طرح آمادہ تھے۔ انسپکٹر خادم نے جاوید سے پوچھا۔

"جاوید میاں تم ساجد اور اسلم با آسانی سمندر میں تیر سکتے ہو"

"انکل کیا سمجھتے ہیں آپ ہمیں ہم نے ہر فن سیکھا ہے۔ جاسوس اینڈ کمپنی اب اتنی ناکارہ بھی نہیں ہے ہم یہ مانتے ہیں کہ اس وقت ذرا ہماری جاسوسی کا چرخہ ذرا بند پڑا ہوا ہے۔ چونکہ یہ سانپوں کا معاملہ ہے اور سانپوں کی دنیا سے ہماری کوئی واقفیت نہیں

ہے۔ ضرورت پڑنے پر ہم بڑے کام کے ثابت ہوں گے اس بات کو آپ نوٹ کر لیجیے۔"

"ٹھیک ہے۔"

"مگر انکل ایک بات تو بتائیے ہمارے پاس اسلحہ تو موجود ہے نہ۔"

"ہاں ہاں بھئی کیوں نہیں ہم چھپا کر جو اسلحہ لے آئے ہیں۔ وہ ہمارے کام آئے گا بلکہ ساحل پر تمہیں بھی یہ اسلحہ دے دیا جائے گا۔ انسپکٹر خادم نے کہا اور وہ سب خاموش ہو گئے۔ وقت گزرتا رہا ایک لمحہ ایک صدی بن کر گزر رہا تھا۔ انہیں انتظار کرتے کرتے نیند آنے لگی تھی۔ کافی دیر گزر گئی اور اس کے بعد دفعتاً جہاز کے انجن بند ہو گئے۔ سوئے ہوئے مسافر ایک بار پھر چونک پڑے تھے لیکن وہ ایک بار پھر سو گئے تھے کیونکہ کپتان نے ان سے کہہ دیا تھا کہ خطرے کی کوئی بات نہیں ہے جہاز پر عجیب سا سناٹا چھا گیا تھا ان لوگوں کو دور سے وہ جزیرہ نظر آ رہا تھا۔ جس جگہ یہ لوگ چھپے ہوئے تھے وہ جگہ بالکل تاریکی میں تھی ویسے یہ جہاز کا بغلی حصہ تھا جو جزیرے کے ساحل ہی سے لگا ہوا تھا۔ اور ان لوگوں کو بھی زیادہ فاصلہ تیر کر پار نہیں کرنا پڑتا جتنا پرنس درانی اور سنداکو طے کرنا تھا۔ پتہ نہیں سنداکی کیا پوزیشن تھی۔ پرنس درانی اسے چکمہ دینے میں کامیاب ہوا تھا یا نہیں۔ اس وقت وہ اس کا حال نہیں جان سکتے تھے کیونکہ انہیں اپنی ہی فکر تھی

حارث بہت زیادہ مضطرب تھا لیکن انسپکٹر خادم نے اسے تسلی دی رسیاں پانی میں پھینک دی گئیں جو پانی میں جا گریں گہرائی کو پچیس تیس فٹ سے زیادہ نہیں تھی۔ بہر طور یہ پچیس تیس فٹ کا مسئلہ کافی ہی تھا سب سے پہلے پروفیسر ماٹر نیچے اترا اس کے بعد انکل شارق پھر تینوں بچے اور آخر میں انسپکٹر خادم اور حارث نیچے اترے حارث بھی اس وقت انسانی شکل ہی میں تھا اور ان لوگوں کے ساتھ پانی میں اتر رہا تھا کچھ دیر کے بعد وہ پانی میں پہنچ گئے تمام بڑے بڑے لوگوں نے بچوں کو اپنے نرغے میں لے لیا تھا ان کے جسموں سے رسیاں باندھ دی گئیں تاکہ ان میں سے اگر کوئی تیر نہ سکے تو اس کی مدد کی جا سکے لیکن انسپکٹر خادم شارق پروفیسر ماٹر نے دیکھا کہ بچے تو ان سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ سمندر میں تیر رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ پکنک منانے آئے ہوں شارق مدہم لہجے میں بولا۔

"میں نے اتنے بہادر اور اتنے دلیر بچے پہلے کبھی نہیں دیکھے"۔

"آپ نہیں جانتے شارق صاحب کہ وہ کیا چیز ہیں اگر کبھی فرصت ملی تو میں انکے کارنامے سنانے کی کوشش کروں گا۔ آپ یقین کریں ان میں سے ایک ایک بچہ دس دس جوانوں پر بھاری ہے۔ اتنے بہادر ہیں کہ میں ان کی تعریف کرتے کرتے نہیں تھکتا کیوں پروفیسر آپ کا کیا خیال ہے نہ؟"

"درحقیقت میں تو یہ محسوس کرتا ہوں کہ یہ اس دنیا کے نہیں ہیں زمین پر موجود اس عمر کے بچے تو بڑے ڈرپوک ہوتے ہیں۔ نہ ان کی سوچ

میں گہرائی ہوتی ہے اور نہ وہ کوئی ڈھنگ کا کام کر سکتے ہیں۔ یہ اتنے تیز ہیں کہ انہوں نے بڑے بڑے مجرموں سے کان پکڑوا دیئے ہیں۔" پروفیسر نے کہا۔

سب خاموشی سے راستہ طے کر رہے تھے وہ گفتگو بھی کرتے تو سرگوشی کے انداز میں وہ سب ساتھ ہی ساتھ مل کر تیر رہے تھے اس لئے پانی میں ہلکی ہلکی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ چونکہ فاصلہ زیادہ تھا اور تمام لوگ اسی طرف متوجہ تھے یعنی وہ لوگ جو اس سازش سے منسلک تھے پرنس درانی سندا کو لے کر پانی میں اتر رہا تھا پھر احتیاط کے ساتھ وہ بھی پانی میں اتر گیا۔ وہ بہت ہی چالاک انسان تھا اگر چالاک نہ ہوتا تو اتنی ہوشیاری سے یہ ساری کاروائی کیسے کرتا۔ لالچ نے اسے اندھا کر دیا تھا اور وہ مجرمانہ کاروائی کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ جہاز کے کپتان نے خدا حافظ کہا اور چلتے ہوئے کہا وہ مطمئن رہے کپتان جہاز لے کر واپس آئے گا تو یہاں رک کر پرنس درانی کا انتظار کرے گا۔ اور جب تک پرنس درانی اس کے پاس نہیں پہنچ جائے گا وہ جہاز لے کر آگے نہیں بڑھے گا خواہ اس کے لئے اسے کتنی ہی چالاکی سے کام کیوں نہ کرنا پڑے پرنس درانی سندا کو بے ہوش کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ سندا ایک معصوم سی لڑکی تھی نازیہ کی حیثیت سے اس نے پرنس درانی کی آغوش میں پرورش پائی تھی لیکن اسے یہ بات بہت بعد میں معلوم ہوئی تھی کہ پرنس درانی کیا چیز ہے۔ وہ سندا کا باپ نہیں تھا بلکہ اس

نے لالچ کے تحت اب تک اس کی پرورش کی تھی۔ اور اب لالچ ہی کے تحت اس کے حوالے کرنے جا رہا تھا۔ پرنس درانی آیا تو سندا کو یہ احساس بھی نہ ہو سکا کہ وہ اسے بے ہوش کرنا چاہتا ہے۔ وہ پرنس درانی کی آمد سے ہوشیار ہو گئی تھی۔

"نازیہ بیٹی کیا کر رہی ہو"۔؟

"سو رہی تھی لیکن اب جاگ گئی ہوں" سندا نے جواب دیا۔

"جہاز راستہ بھٹک گیا ہے۔ سنا ہے راستہ تلاش کرنے میں اسے وقت لگے"

"اچھا میں نے نہیں سنا میں سو رہی تھی" "آپ کیسے آئے"

"بس ایسے ہی طبیعت پریشان ہو گئی تھی میں نے سوچا تم سے بیٹھ کر کچھ باتیں ہی کی جائیں"

"جی فرمایئے" سندا کوشش کے باوجود اپنے لہجے کی کاٹ کو نہیں روک پا رہی تھی۔

"کیوں نہ کافی پی جائے پرنس درانی نے کہا۔

"ضرور پیجیئے" سندا بولی پھر پرنس درانی نے کافی منگوائی اور سندا صرف اس بات کی منتظر رہی کہ وہ کس طرح اسے بے ہوش کرتا ہے ایک ویٹر نے ان کے سامنے کافی لا کر رکھ دی اور پرنس درانی اپنے لئے کافی بنا کر اس کے سپ لینے لگا دوسری پیالی اس نے اسی طرف سرکا دی تھی پھر وہ چونک کر بولا۔

"ارے نازیہ تم بھی کافی پیو" سندرا کچھ دیر سوچتی رہی پھر اس نے سوچا کہ کافی پی لینے میں کوئی حرج نہیں ہے کافی پی کر وہ جاگتی بھی رہے گی اور پرنس درانی اسے بے ہوش کی کوشش کرے گا تو وہ اس میں کامیاب نہیں ہو پائے گا۔ چنانچہ اس نے کافی کی پیالی اٹھائی اور اس کے سپ لینے لگی اسے نہیں معلوم تھا کہ جس پیالی میں وہ کافی پی رہی ہے اس میں خواب آور دوا کے قطرے تیر رہے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد وہ بے ہوش ہو گئی تھی اور پرنس درانی کا کام بن گیا۔

جہاز کے کپتان نے اسے بتایا کہ اب جہاز جزیرے کے ساحل سے آ لگا ہے تب وہ سندرا کو لے کر باہر نکل آیا بے ہوش اس کے کندھے پر پڑی ہوئی تھی کپتان نے پرنس درانی کو نیچے اتارنے میں اس کی خاص مدد کی۔ اور ضرورت کی تمام چیزیں اس کے ساتھ کر دیں پرنس درانی پانی میں تیرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد وہ ساحل کی خشک ریت پر پہنچ گیا۔ اب اس کی خوشی کی انتہا نہیں تھی وہ اپنے دوست فوما کے جزیرے پر تھا۔ وہ جانتا تھا کہ فوما اسے دیکھ کر خوش ہو جائے گا اور جب اسے یہ معلوم ہوگا کہ وہ اس کے دشمن کی بیٹی کو لے کر یہاں آ گیا ہے تو اس کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں رہے گا پرنس کو معلوم تھا کہ ٹمبو فوما ہی کا بھیجا ہوا ایک سانپ تھا ٹمبو چونکہ کارا کائی سے مل گیا تھا اس لئے پرنس درانی کو خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ یہ دونوں کہیں صورت حال کو خراب نہ کر دیں چنانچہ اس نے

ایک خاص قسم کی مشین کے ذریعے دونوں ہی کو ختم کر دیا تھا۔ بہر طور اس کی سازش مکمل طور پر کامیاب رہی تھی اور وہ اپنے دوست کے لئے سندرا کا تحفہ لے کر یہاں پہنچ گیا تھا۔ ساحل کی ریت پر لیٹا وہ دیر تک گہری گہری سانسیں لیتا رہا۔ موٹے بدن کا آدمی تھا اس لئے سمندر میں تیرنے میں اُسے خاصی دقت پیش آئی تھی۔ اُس کو گمان تک نہیں تھا کہ اس سے کچھ ہی فاصلے پر کچھ اور لوگ بھی سمندر میں تیر رہے ہیں اور یہ لوگ اس کی تمام اسکیم کو ناکام بنانے کے لئے کمربستہ ہو کر آئے ہیں۔ وہ اطمینان کے ساتھ اپنی تمام کارروائیوں میں مصروف تھا۔

ساحل ویران تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے۔ اور درختوں کی جڑوں سے سمندر کے کنارے تک بھورے رنگ کی بھربھری ریت پھیلی ہوئی تھی۔ اس پر قدم جمانا مشکل تھا۔ پاؤں رکھتے تو پنڈلیوں تک اندر گھس جاتے تھے۔ قدم بڑھانا مشکل تھا۔ مگر انہیں اس بات کا علم تھا کہ پرنس درانی بھی تھوڑے ہی فاصلے پر خشکی پر اترا ہے۔ اس کے علاوہ وہ کھڑے ہو کر سفر نہیں کر رہے تھے۔ اس طرح انہیں آگے بڑھنے میں کافی دقت ہو رہی تھی۔ ریت اڑ اڑ کر ان کی آنکھوں میں اور منہ میں جا رہی تھی۔ لیکن وہ پھر بھی اپنا یہ سفر بڑی ہوشیاری سے طے کر رہے تھے شارق کا نیولا اس کی پیٹھ پر آ بیٹھا تھا۔ اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

ہمیں ساحل سے دور ان درختوں کے جھنڈ میں پناہ لینی چاہیئے

"مسٹر شارق کہیں درختوں میں زہریلے جانور نہ ہوں۔"

"نہیں یہ سانپوں کا جزیرہ ہے۔ یہاں دوسرا کوئی زہریلا جانور نہیں رہ سکتا!"

"سانپوں کا جزیرہ، آپ تو اسے ڈھانچوں کی سلطنت کہتے ہیں انکل شارق" جاوید نے پوچھا۔

"تم یہ بھول گئے جاوید میاں کہ جوکارہ نے ان سب کو ڈھانچے بنا دیا تھا۔ اس لیے فوما کی حکومت ڈھانچوں کی حکومت کہلاتی ہے۔"

"ہاں میں بھول گیا تھا۔" جاوید جلدی سے بولا۔

"لیکن اس کے باوجود یہ ہیں تو نسل کے سانپ ہی چنانچہ یہ اب بھی زہریلے ہوتے ہیں۔" شارق کی بات پر سب خاموش ہو گئے۔ اور انہوں نے اپنا سفر جاری رکھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ درختوں کے ایک جھنڈ کے قریب پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر وہ سیدھے ہو گئے اور بیٹھ گئے۔ یہ فاصلہ طے کرنے میں اُن کے بدن بُری طرح تھک گئے تھے۔ چونکہ وہ پانی میں بھیگے ہوئے آ رہے تھے اس لیے ریت بھی لباس سے چپک گئی تھی۔ اور اُن کی کیفیت بڑی عجیب ہو رہی تھی چہرے بھی بھیگے ہوئے تھے اور ریت نے انہیں بھوت بنا دیا تھا۔ لیکن بھی شکر ہے کہ تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ اس وقت وہ ایک دوسرے کی شکلیں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ورنہ اسلم اور ساجد وغیرہ تو ہنسی سے

لوٹ پوٹ ہو جاتے۔ درختوں کے جھنڈ میں درختوں سے ٹیک لگا کر بیٹھنے کے بعد وہ گہری گہری سانسیں لینے لگے تب شارق نے کہا۔

"بھئی کافی نکالو۔ میں تو کافی کی شدید ضرورت محسوس کر رہا ہوں۔" چنانچہ انہوں نے اپنے لباس سے بندھے ہوئے تھیلوں سے کافی کے تھرموس نکال لیے۔ اور سب کافی پینے لگے۔ جاوید ساجد اور اسلم کو اس کافی میں بڑا مزہ آ رہا تھا۔ وہ قریب قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ شارق خادم پروفیسر ثمار، حارث کے پاس بیٹھے ہوئے آہستہ آہستہ سرگوشیوں میں باتیں کر رہے تھے۔ جاوید نے اسلم سے کہا۔

"ہاں اسلم صاحب اب آپ فرمائیے۔ اب آپ کی رگِ شرارت کیوں خاموش ہے۔"

"رگِ شرارت یہ کون ہے۔ میری تو کوئی رشتے دار رگِ شرارت نہیں ہے۔" اسلم نے کہا۔

"واہ واہ خوشی ہوئی کہ تم ایسے ماحول میں بھی بول سکتے ہو۔"

"بولنے کے لیے ماحول کی ضرورت نہیں ہوتی محترم، بلکہ زبان کی ہوتی ہے۔"

"میرا مطلب زبان ہی سے تھا۔ کیا تمہاری زبان چل رہی ہے؟"

"چل تو رہی ہے لیکن کرکری ہو رہی ہے۔"

"اوہ منہ میں ریت بھر گئی ہو گی!"

"تو اور کیا۔ آپ یقین کریں چیف میں تو بری طرح اکتاہٹ

محسوس کر رہا ہوں۔ جب سے میں نے کافی پی ہے تب سے ریت میرے حلق میں چلی گئی ہے۔"

"کوئی بات نہیں ہے کبھی کبھی ریت کھانا بھی اچھا ہوتا ہے۔" جاوید نے کہا اور ساجد ہنسنے لگا۔ پھر بولا

"جاوید صاحب آپ تو ڈر کی بات کہہ رہے ہیں۔ میں تو یہ محسوس کر رہا ہوں کہ میں تو جنت میں آ گیا ہوں۔"

"کمال ہے یار کیوں جنت کو بدنام کر رہے ہو۔ جنت میں ایسی ریت کہاں ہو گی؟"

"میرا مطلب یہ نہیں ہے،" ساجد نے اسلم کو گھورتے ہوئے کہا۔

"مطلب یہ ہے کہ ہم کتنی پُرلطف جگہ پر آ گئے ہیں۔ اس سے پہلے تو ہم صرف فلموں ہی میں ایسے بھیانک جزیرے دیکھا کرتے تھے ہمیں کبھی خیال بھی نہیں آیا کہ ہم کبھی خود اس سرزمین پر اتریں گے۔"

"یہ ڈھابخوں کی سلطنت ہے برخوردار۔ اگر کہیں سے سپاہی ڈھابخے تمہاری گردن دبوچ لیں تو تم کیا کرو گے؟"

"کچھ نہیں کریں گے۔ ہمیں ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنا ہے سوچ لو دوستو! اگر ڈر اور خوف سے ذرا بھی کام لیا تو یہاں سے زندگی بچا کر جانا مشکل ہو جائے گا۔ ہم لوگ بہادر ہیں اور کسی بھی طرح ان لوگوں سے کم نہیں ہیں۔ اس بات کا خیال رکھنا۔"

"خیال رکھوں گا۔" اسلم نے شکل بناتے ہوئے کہا اور ساجد بھی مسکرانے لگا۔

"ویسے پرنس ورانی نظر نہیں آیا۔ وہ کتنے فاصلے پر بیٹھا ہے۔"

"رات کی تاریکی میں ہاتھ کو ہاتھ نظر نہیں آ رہا تو پرنس ورانی کیا نظر آئے گا۔" اسلم پھر بول پڑا۔ اُن کی نگاہیں سمندر کی لہروں سے ٹکرا رہی تھی۔ سفید سفید جھاگ اڑتی ہوئی سمندر کے ساحل پر آ رہی تھیں۔ چاروں طرف ہو کا عالم طاری تھا۔ کسی پرندے کی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ وقت آہستہ آہستہ گزرتا رہا۔ تب پروفیسر شمار نے کہا۔

"ارے بچو! تم اتنے فاصلے پر خاموشی سے بیٹھے ہوئے ہو یہاں آ جاؤ۔"

"ہم انتظار کر رہے تھے انکل کہ آپ ہمیں آواز دیں تو ہم آپ کے پاس پہنچ جائیں۔" جاوید بولا۔ اور تینوں کھسک کر اُن کے قریب پہنچ گئے۔

"ہاں بھئی جاوید میاں کیسے ہو۔ ڈر لگ رہا ہے؟"

"ڈر یہ کیا چیز ہے۔" جاوید نے تعجب سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔ اور شارق ہنسنے لگا۔

"ہاں بھئی انسپکٹر خادم تم نے جو کہا تھا وہی سچ ہے۔ واقعی یہ بچے عام بچے نہیں ہیں۔ شارق نے کہا۔

عام الگ چیز ہوتی ہے جناب اور بچے الگ ہوتے ہیں۔"

اسلم بولا۔

"واہ واہ لطف آگیا واقعی زندگی میں تم جیسے نوجوانوں سے بہت کم سابقہ پڑا ہے۔ ویسے تو بہادر انسان دیکھے ہیں۔ لیکن اس عمر میں۔"

"چھوڑیئے انکل کہاں کی باتیں لے بیٹھے۔ آپ اب بتائیے کہ اب آپ لوگوں کا پروگرام کیا ہے؟"

"سندا کے لیئے ہم لوگ پریشان ہیں میری مراد تمہاری نازیہ سسٹر سے ہے۔ وہ بے چاری میرا خیال ہے ہوش میں نہ رہ سکی۔ اگر وہ ہوش میں رہتی تو کسی نہ کسی طرح ہم تک ضرور پہنچ جاتی۔"

"اوہ اوہ پھر کیا ارادے ہیں؟"

"حارث کا خیال ہے کہ وہ سانپ بن کر رینگتا ہوا جائے اور سندا کو ہوشیار کرنے کی کوشش کرے۔"

"انکل سوچ لیجیئے پرنس ورانی جاگ رہا ہوگا۔"

"کچھ بھی ہو سندا کو اس کے قابو میں نہیں رہنا چاہیئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ سندا کو لے کر نوملے کے پاس پہنچ جائے۔"

"تب تو پھر حارث کو جانے دیجیئے انکل" جاوید نے کہا اور انسپکٹر خادم پروفیسر سٹماٹر کی طرف دیکھنے لگا۔

"آپ کا کیا خیال ہے پروفیسر؟"

"بالکل ٹھیک ہے حارث بیٹے تم یہ مت سوچنا کہ ہم تمہیں تنہا چھوڑ رہے ہیں۔ کم از کم سندا کو پرنس ورانی کے چنگل سے آزاد کر لینا ضروری ہے۔"

"مگر انکل جہاز نے تو ابھی لنگر بھی نہیں اٹھائے۔" ساجد بولا۔

"بس اب جہاز والوں کو پرنس ورانی سے کوئی دلچسپی نہیں ہوگی۔ وہ جانے ہی والے ہوں گے۔ وہ دیکھو میرا خیال ہے جہاز واپسی کے لیے مڑ رہا ہے۔ سب کی نگاہیں اس طرف گئیں۔ جہاز کی روشنیاں اب گھوم رہی تھیں۔ اور وہ واپسی کا سفر طے کر رہا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ نگاہوں سے دور ہونے لگا۔ اور ان لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ تب حارث بولا۔

"اچھا میں چلتا ہوں میں خود بھی اپنی بہن کے لیے بے چین ہوں۔"

چنانچہ حارث نے اپنی اصل حیثیت اختیار کی اور آہستہ آہستہ بدن سے دھواں منتشر ہو کر فضا میں تحلیل ہونے لگا۔ کچھ دیر کے بعد وہ زہریلے سانپ کی شکل میں نظر آنے لگا۔ پھر اس سانپ نے زمین پر پھن ڈالے اور رینگتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ تھوڑی کے بعد وہ بھورے رنگ کی ریت پر رینگتا ہوا نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ شارق پروفیسر سٹماٹر اور تینوں بچے اسے دیکھ رہے تھے۔ جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو پروفیسر سٹماٹر گہری سانس لے کر بولا۔

"یہ ہماری زندگی کی سب سے انوکھی مہم ہے۔ جس میں ہم سانپوں کے درمیان کارنامے انجام دے رہے ہیں۔"

"پروفیسر سٹماٹر کیا آپ سانپ کی بولی نہیں سمجھ سکتے۔" دفعتاً جاوید نے پوچھا۔

"ہاں سانپ کی پھنکاروں سے تھوڑی بہت تو سمجھ سکتا ہوں یہ سمجھ سکتا ہوں کہ وہ کب غصے میں ہے اور کب کچھ کہنا چاہتا ہے۔ لیکن اس بولی پہ میں قابو نہیں پا سکتا۔ دراصل سانپوں سے میری شناسائی ذرا کم ہی رہی ہے۔"

"ویسے انکل آپ نے جس طرح بندروں کو سدھا رکھا ہے وہ واقعی دلچسپ بات ہے۔" جاوید نے کہا اور پروفیسر شماٹر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا ذہن ان واقعات میں الجھا ہوا تھا۔ وہ آنے والے وقت کے متعلق غور کر رہا تھا۔

سندا کو بہت دیر بعد ہوش آیا جب اُسے ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو جہاز کے کیبن میں پڑے ہونے کی بجائے بھورے رنگ کی ریت پر پایا۔ اُس سے تھوڑے ہی فاصلے پر پرنس درانی لیٹا ہوا تھا۔ غالباً وہ گہری نیند سو گیا تھا۔ یہاں تک پہنچنے میں اُس پر کافی تھکن طاری ہو گئی تھی اس پر ٹھنڈی ٹھنڈی ریت اور اوپر چلنے والی ٹھنڈی ہوا میں اُسے نیند آ گئی تھی۔ سندا اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کا ذہن چکرا رہا تھا۔ اس نے گزرے ہوئے واقعات پر غور کیا۔ دفعتاً اُسے سب کچھ یاد آ گیا۔ کہ اس کے بھائی تارک نے جس کا نام حارث تھا اُس سے کہا تھا کہ پرنس درانی کی طرف سے ہوشیار رہے۔ پرنس درانی اُسے لے کر ڈھاکیوں کی سلطنت میں جا

رہا ہے۔ اور وہاں سندا کو اُس کے دشمن فوما کے حوالے کر دے گا۔ بہتر یہی درانی نے سندا کو کافی پلائی تھی۔ کافی پینے کے بعد سندا کو ہوش نہیں رہا تھا۔ وہ غصے سے بل کھانے لگی۔ اُسے بے حد افسوس ہو رہا تھا۔ کہ اُس نے اپنے بھائی کی ہدایت پر عمل نہیں کیا۔ ویسے اُس کا خیال تھا کہ پرنس درانی اسے کسی اور طریقے سے بے ہوش کرنے کی کوشش کرے گا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ کمبخت کافی میں خواب آور دوا ملا کر اُسے یوں بے بس کر دے گا۔ لیکن اب صورت حال بالکل بدل چکی تھی اب وہ ایک طرح خطرے کے دہانے پر آ پہنچی تھی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ وہی جزیرہ ہے جس کے بارے میں حارث نے بتایا تھا اب کیا کرنا چاہیئے۔ سندا کو یہ معلوم ہونے کے بعد کہ پرنس درانی اس کا باپ نہیں ہے بلکہ اس کے باپ کا بدترین دشمن ہے۔ اُسے اُس سے نفرت ہو گئی تھی۔ وہ اپنے باپ کے دشمن کو کسی طور معاف نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن اُسے اپنے بھائی کی ہدایات بھی یاد تھیں۔ وہ تارک کے کہنے پر ہی عمل کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ اب اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ وہ پریشانی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اگر چاہتی تو ناگن بن کر کہیں بھاگ سکتی تھی۔ لیکن اس طرح بھاگنا بھی تو مناسب نہیں تھا اُسے ان علاقوں کے بارے میں کچھ بھی تو معلوم نہیں تھا وہ پریشانی سے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ پرنس درانی سو رہا تھا۔ دفعتاً اُس کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ پرنس درانی کو کاٹ کر اُس کا کام تمام کر دیا جائے سندا کے لیے یہ کام مشکل نہیں تھا۔ پرنس درانی سوچ بھی نہیں سکتا تھا

کر سندا اُس کی طرف سے مشکوک ہو گئی ہے۔ ابھی وہ اسی سوچ میں ڈوبی
ہوئی تھی کہ دفعتاً اُسے تھوڑے فاصلے پر کوئی چیز رینگتی ہوئی نظر آئی اس
نے غور سے دیکھا کہ ایک کالے رنگ کا سانپ اس کی جانب رینگتا ہوا
چلا آرہا ہے۔ سندا نے اُس پر غور کیا تو اُس کی روح تک خوش ہو گئی
یہ یقینی طور پر اُس کا بھائی تارک تھا۔ سندا نے ایک لمحے کے لیے آسمان
کی طرف دیکھا اور پھر اُس کے دونوں ہاتھ اُوپر کی طرف بلند ہو گئے۔
دفعتاً اس کے بدن سے دھواں خارج ہونے لگا۔ اور تھوڑی دیر کے
بعد وہ ناگن بن گئی۔ اب وہ پھن اٹھا کر اپنے بھائی تارک کا انتظار کرنے
لگی جو چند ہی لمحات کے بعد اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے آہستہ آہستہ
پھنکار کر اُسے بتایا کہ وہ اس کا بھائی ہے۔ اور سندا نے پھنکار کر اُس
کا جواب دیا۔ دونوں نے گردن گھما کر پرنس ورانی کی جانب دیکھا۔ اور
پھر تارک کے اشارے پر وہ اور سندا آگے بڑھتے چلے گئے وہ لوگ
ایک جھنڈ میں گھس گئے تھے۔ جھنڈ میں پہنچنے کے بعد تارک نے سندا
سے کہا۔

"سندا تم اس شخص کے جال میں پھنس گئی تھیں؟"

"ہاں تارک مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری ہدایت پر عمل نہ کر سکی۔
دراصل اُس نے مجھے کافی میں بے ہوشی کی دوا پلا دی تھی۔"

"میں جانتا ہوں وہ بہت چالاک آدمی ہے۔"

"مگر تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟"

"بس جس طرح تم یہاں آئی اُس سے ذرا سے مختلف طریقے میں یہاں
پہنچا ہوں۔ ہم لوگ اپنی مرضی اور ہوش حواس میں یہاں آئے ہیں۔"

"ہم لوگ سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میں تنہا نہیں ہوں میرے ساتھ میرے دوست ہیں۔ اور ایک
ایسا آدمی ہے جو ہمارے والد کا دوست ہے۔ اس کا نام شارق ہے یہ
بیچارہ اپنی جان کی بازی لگا کر ہمیں ہماری دنیا میں پہنچانے آیا ہے۔
ہمارے والد سے اس کی ملاقات بھی ہوئی تھی۔"

"آہ بابا کیسے ہوں گے۔ ماں کیسی ہوگی۔ میری آنکھیں تو انہیں
دیکھنے کے لیے بے چین ہیں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا میں انہیں دیکھنے کے لیے تڑپ نہیں رہا"
تارک نے جواب دیا۔

"مگر اب کرنا کیا چاہیے؟"

"سندا میری سمجھ میں ایک بات نہیں آتی۔"

"کیا؟"

"اب پرنس ورانی کو زندہ رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ کمبخت
صبح ہوتے ہی ہمارے چچا فوما سے ملے گا۔ اور اُسے تمہاری آمد کے
بارے میں بتائے گا۔ کیونکہ اُسے میری آمد کے بارے میں تو علم نہیں ہے"

"ہاں یقیناً بتائے گا۔"

"لیکن ابھی صبح ہونے میں دیر ہے۔ کیوں نہ ہم اس کا کام

www.Paksociety.com

تمام کر دیں گے۔"

"یہ بھی مناسب بات ہے۔ اس کو ختم کرنے کے بعد ہم اپنے ساتھیوں سے جا ملیں گے۔ اور یہ اچھی بات ہو گی۔ اگر یہ مر گیا تو پھر فوما کو پتہ نہیں چل سکے گا۔ یہ ہم دونوں کو لے کر یہاں آیا تھا۔"

"بالکل ٹھیک کہتی ہو تو آؤ پھر اس کو اس کے لالچ کا مزہ چکھائیں" تارک نے کہا اور دونوں ناگ پھنکارتے ہوئے درختوں کے جھنڈ سے نکل کر پرنس درانی کی جانب بڑھے۔ پرنس درانی کو غالباً مچھر کاٹ رہے تھے۔ کیونکہ وہ بار بار کروٹیں بدل رہا تھا۔ دفعتاً اسے کچھ سرسراہٹ سی محسوس ہوئی۔ اور وہ اچھل پڑا۔ اُسے اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ یہ سرسراہٹیں کہاں سے اُبھر رہی ہیں۔ پھر اُسے سندا کا خیال آیا تو تو اس نے پلٹ کر دیکھا۔ لیکن سندا اپنی جگہ موجود نہیں تھی۔ دفعتاً اس کے مُنہ سے نکلا۔

"ارے" اور وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گیا۔ تب اُس کی نگاہ سانپوں کے جوڑے پر پڑی۔ اور سانپوں کے اس پھن ہلاتے ہوئے جوڑے کو دیکھ کر پرنس درانی کا دم ہی نکل گیا تھا۔

"تم تم تم کون ہو، سندا کہاں گئی" دفعتاً سندا نے پھن ہلایا اور حارث کی جانب دیکھا۔ حارث یا تارک سندا کا مطلب سمجھ گیا۔ اور چند لمحات کے بعد وہ انسانی بدن میں آ گئے۔ سندا کے ساتھ حارث کو دیکھ کر یا نازیہ کے ساتھ حارث کو دیکھ کر پرنس درانی کی آنکھیں خوف سے پھٹی

کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

"یہ یہ یہ کون ہے"؟

"یہ وہ ہے جسے تم اپنے ساتھ اس علاقے سے لے گئے تھے پرنس درانی یہ میرا بھائی ہے تارک۔ بعد میں تم اسے کھو بیٹھے۔ لیکن اس نے بھی تمہارے ہی شہر میں پرورش پائی اور تم اس کے بارے میں اچھی طرح جان گئے ہو گئے۔ کیونکہ تم نے کارا کاکی کو بالآخر ہلاک کر دیا تھا۔"

"اوہ اوہ تارک تارک مگر تم یہاں کیسے آ گئے"؟

"پرنس درانی لالچ کی سزا موت ہوتی ہے۔ لالچ سے بری اور کوئی چیز اس دنیا میں نہیں ہے۔ تم ہیروں کے لالچ میں اتنے عرصے ہمیں ہمارے ماں باپ سے دور رکھا۔ اور بالآخر میری بہن کو لے کر یہاں آ گئے تاکہ اسے ہمارے دشمن کے حوالے کر کے ہیرے حاصل کر سکو۔ سزا تمہیں ہی نہیں پرنس درانی بلکہ اُس کپتان کو بھی ملے گی جو تمہارے ساتھ اس لالچ کا شریک تھا۔ اب تم اپنی سزا کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"سزا کیسی سزا"؟

"اس کا جواب میں تمہیں دیتی ہوں" سندا نے کہا اور وہ ایک بار پھر سانپ بن گئی۔ تارک نے جواب اُسے سانپ بنتے دیکھا تو وہ خود بھی اپنے بدن کو سانپ میں تبدیل کرنے لگا۔ پرنس درانی ان دونوں کی یہ کیفیت دیکھ کر وہاں سے دوڑ پڑا۔ وہ موٹے تازے بدن کا آدمی تھا۔ لیکن بڑی پھرتی سے دوڑ رہا تھا۔ اس کا رخ مخالف سمت تھا یعنی اس سمت

جہاں شارق وغیرہ تھے۔ وہ بے تحاشہ بھاگ رہا تھا اور سانپوں کا جوڑا اُس کا تعاقب کر رہا تھا۔ دفعتاً پرنس ورانی کا پیر ریت میں دھنس گیا اور وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ حارث اور سندا اُس کے قریب پہنچ گئے تھے۔ پھر سندا نے سب سے پہلے پرنس ورانی کی گردن پر کاٹا۔ اور پرنس ورانی کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکل گئی۔ اُسی وقت حارث نے پرنس ورانی کے ہونٹ میں کاٹ لیا۔ پرنس ورانی نے دونوں ہاتھوں سے اپنا مُنہ پکڑ لیا تھا۔

”ارے مر گیا بچاؤ بچاؤ“ وہ چیخا لیکن اُس کی آواز سمندر کی موجوں میں گم ہو گئی۔ اس وقت اس ویران جزیرے پر اُسے بچانے والا کوئی نہیں تھا۔ اُس نے دل ہی دل میں سوچا کہ کاش میں ہیروں کا لالچ نہ کرتا۔ واقعی مجھ سے بڑی غلطی ہوئی۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ اُس نے ہاتھ جوڑ کر ان لوگوں سے کہا۔

”معاف کر دو بس ایک دفعہ معاف کر دو میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں مجھے معاف کر دو“ لیکن سندا دوبارہ اُس کی پنڈلیوں میں کاٹ چکی تھی۔ حارث نے اُس کی کمر میں کاٹا۔ اور پھر وہ لوگ اُسے مسلسل کاٹنے لگے۔ پرنس ورانی کی چیخیں نکل رہی تھیں۔ زہر نے اُس کے بدن میں آگ لگا دی تھی۔ اور پھر زہر بھی ایسے دو سانپوں کا جو سانپوں کی دنیا کے شہزادے اور شہزادی تھے چنانچہ چند ہی لمحات کے بعد اُس کی آواز گم ہونے لگی۔ اب وہ ریت کی مٹھیاں بھر بھر کر اپنے زخموں پر

ڈال رہا تھا۔ جہاں سخت سوزش ہو رہی تھی۔ لیکن اس سے کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ سانپوں کا زہر اپنا کام کر رہا تھا۔ پرنس ورانی کا چہرہ آہستہ آہستہ گہرا نیلا پڑتا جا رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس کے گہرے نیلے چہرے میں سیاہی پیدا ہو گئی۔ اور پھر آہستہ آہستہ اس کا گوشت پانی کی طرح گلنے لگا۔ اُس کے پورے بدن میں زہر بھر گیا تھا۔ اور زہر بھی دو خطرناک سانپوں کا۔ چنانچہ اس کے بدن کا سارا گوشت بدبودار پانی بن بن کر زمین پر بہنے لگا۔ کچھ ہی دیر کے بعد ایک خوفناک ڈھانچہ نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ یہ پرنس ورانی کا انجام تھا۔ یہ لالچ کا انجام تھا۔ تارک اور سندا تھوڑے ہی فاصلے پر پھن اٹھائے اس کی موت کا منظر دیکھ رہے تھے جب اُس کے بدن کا سارا گوشت بہہ گیا۔ اور صرف ہڈیوں کا پنجرہ رہ گیا تھا۔ تب وہ دونوں آہستہ آہستہ ایک طرف بڑھ گئے اس بار پھر انہوں نے درختوں کے جھنڈ ہی میں پناہ لی تھی۔

”اب کیا کرنا چاہیے۔ واپس چلیں“

”ہاں چلو“ سندا نے کہا اور وہ دونوں سانپوں ہی کی شکل میں رینگتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ وہ شارق اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے پاس پہنچنا چاہتے تھے۔ لیکن زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ دفعتاً انہوں نے قدموں کی آہٹ سنی اور وہ ایک دم سمٹ کر کنڈلی مار کر بیٹھ گئے۔ یہ ڈھانچے تھے جو درختوں کی آڑ سے نکل رہے تھے۔ وہ خوفزدہ ہو گئے۔ یہ فوما کے آدمی تھے۔ ڈھانچوں کے ہاتھوں میں لمبے لمبے

بھیانک اور ڈھالیں تھیں۔ وہ بڑے خوفناک لگ رہے تھے۔ اُن کے بدن پر گوشت پوست کا نام و نشان نہیں تھا۔ وہ خالی ڈھانچے تھے جو بڑی احتیاط سے ایک جانب بڑھ رہے تھے۔ انہوں نے ایک لمحے میں محسوس کر لیا کہ ان ڈھانچوں کو سانپوں کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ بلکہ وہ کسی اور طرف بڑھ رہے تھے۔ دفعتاً تارک نے ایک پھنکار سی ماری اور سندا سے بولا۔

"سندا غضب ہو گیا۔"

"کیوں کیا ہوا کیا تم ان ڈھانچوں کو دیکھ کر یہ بات کہہ رہے ہو۔"

"ہاں۔"

"مگر مجھے تو یوں لگ رہا ہے جیسے انہوں نے ہمیں نہیں دیکھا۔"

"ہاں انہوں نے ہمیں نہیں دیکھا۔"

"تو پھر کیا غضب ہو گیا۔"

"وہ میرے ساتھیوں کی طرف بڑھ رہے ہیں۔"

"ارے کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اُن کا رُخ ہمارے ساتھیوں کی طرف ہے یقیناً یہاں ہمارے ساتھیوں کی موجودگی محسوس کر لی گئی ہے۔"

"تو پھر اب کیا جائے۔" سندا نے پوچھا۔

"اب تو بڑی پریشانی ہو گئی۔ ہم اتنے سارے ڈھانچوں کو روک بھی نہیں سکتے۔ ان کے ہاتھوں میں جو ہتھیار ہیں وہ ان سے ہمیں مار

مار کر ختم کر دیں گے۔"

"ہاں اُن کی تعداد زیادہ ہے۔ مگر اب کیا کیا جائے۔"

"سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔" تارک نے کہا اور سندا سوچ میں ڈوب گئی۔ دفعتاً اس نے اپنا پھن بلند کیا اور ادھر اُدھر سونگھنے لگی۔ پھر بولی۔

"تارک کیا ہم ایک کام نہیں کر سکتے۔"

"وہ کیا۔"

"کیا ہم اپنے والدین کو تلاش نہیں کر سکتے۔"

"وہ تو کر سکتے ہیں مگر ان لوگوں کا بتاؤ کیا جائے۔"

"ان کے لیے اب تو کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ اب تو یہی ہے کہ جو کار وہ کے پاس پہنچ جائیں اور انہیں بتائیں کہ ہمارے مددگار مصیبت میں ہیں۔"

تارک کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اُس نے ٹھنڈی سانس لے کر "تم ٹھیک کہتی ہو سندا! اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ کاش میں اپنے ساتھیوں کو ان ڈھانچوں سے بچا سکوں۔ اگر انہیں کچھ ہو گیا تو میں زندگی بھر اپنے معاف نہیں کروں گا۔

مگر ہم کر بھی کیا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی ترکیب ہے بھی تو نہیں ہمارے پاس۔" سندا نے کہا۔

تم ٹھیک کہتی ہو مگر اپنے والدین کو تلاش کرنا بھی تو آسان کام نہیں ہو گا۔ میرا خیال ہے سندا ہم زمین کی گہرائیوں میں سفر کرتے ہوئے اپنے ماں باپ کو تلاش کریں گے۔ وہ انہی علاقوں میں کہیں نہ کہیں ہوں گے۔

کاش میں شارق سے یہ پوچھ لیتا کہ میرے ماں باپ کہاں سے ملیں گے۔"

"تو ٹھیک ہے آؤ پھر ہم اپنے والدین کو تلاش کریں۔ اگر یہ ڈھانچے ان لوگوں تک نہ پہنچ پاتے تو ہم لوگ یقیناً ان لوگوں کے ساتھ یہاں سے دور نکل جاتے۔ سندالوبی اور تارک افسردگی سے سر پٹخنے لگا۔ پھر انہوں نے اپنے پھن زمین پر ڈالے اور رینگنے لگے۔ وہ ایسی جگہ کی تلاش میں تھے جہاں انہیں دیکھا نہ جا سکے۔ اسی رات وہ ڈھانچوں کی سلطنت سے نکل جانا چاہتے تھے۔ اور اپنی اس خواہش کے لیے وہ کافی تیز رفتاری سے سفر کر رہے تھے۔ زمین پر وہ تیز رفتار لکیروں کی تیزی سے رینگ رہی تھیں اور آسمان پر چاند دھندلاتا جا رہا تھا۔

حارث کے جانے کے بعد وہ لوگ کافی دیر تک اسی موضوع پر گفتگو کرتے رہے۔ ان کا خیال تھا کہ حارث واپس آ جائے تو پھر وہ اپنا آئندہ پروگرام ترتیب دیں۔ بس سندالکامل جانا شرط تھا اور اس کے بعد وہ یہاں سے آگے بڑھنے کا فیصلہ کر سکتے تھے۔ لیکن کافی دیر گزر گئی حارث واپس نہیں آیا وہ سب لیٹ گئے تھے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ اب ان کے لباس سوکھ گئے تھے اور ان کے جسموں کو ہلکی ہلکی خوشگوار سی سردی کا احساس ہو رہا تھا۔ چند ہی لمحات کے بعد پروفیسر ثمامہ کے خراٹے گونجنے لگے اور سب نے چونک کر انہیں دیکھا تب شارق نے کہا۔

"اگر تم لوگ بھی تھوڑی دیر کے لیے آنکھیں بند کر لو تو کوئی حرج نہیں ہے میں جاگ رہا ہوں حارث واپس آ جائے تو پھر ہم سب اپنا پروگرام بنائیں گے۔ سب نے شارق کی بات پر گردن ہلا دی اور وہ آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرنے لگے لیکن کوشش کرنے کی انہیں ضرورت ہی کہاں پیش آئی تھی ٹھنڈی ہواؤں نے تھپک تھپک کر انہیں سلا دیا۔ اور شارق بھی گہری نیند سو گیا پھر شارق اسی وقت جاگا جب نیولا زور سے اس کے کان کے پاس چیخا تھا۔ اس کی یہ چیخ بے معنی نہیں تھی کوئی خاص ہی بات تھی چاند ڈوب رہا تھا اور دور سے روشنیاں ابھرتی نظر آ رہی تھیں اب صبح ہونے کو تھی سب سے پہلے شارق ہی جاگا کیوں کہ اس نے نیولے کی چیخ سن لی تھی۔ اس نے نیولے کی طرف دیکھا نیولا اس کے قریب کھڑا پریشان نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا شارق اپنے نیولے کی فطرت سے بخوبی واقف تھا چنانچہ اس نے ادھر ادھر دیکھا دوسرے لمحے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے لاتعداد ڈھانچے ان کے گرد گھیرا ڈالے کھڑے ہوئے تھے۔ ان ڈھانچوں کی تعداد گنی نہیں جا سکتی تھی جدھر دیکھو ڈھانچے ہی ڈھانچے تھے۔ شارق تو خیر دلیر آدمی تھا اور پراسرار علوم میں اس کی زندگی گزر گئی تھی۔ اس کو خطرہ تھا کہ کہیں اس کے ساتھیوں کے دل ان ڈھانچوں کو دیکھ کر دھڑکنا نہ بھول جائیں اسے زیادہ فکر بچوں کی تھی

اس کی سمجھ میں اس سے زیادہ کچھ نہیں آ رہا تھا کہ ان ڈھانچوں نے
ان لوگوں کو دیکھ لیا ہے اور اب وہ انہیں گرفتار کرنے کے لیے
آگے بڑھ رہے ہیں۔ تمام ڈھانچے بھالے اور دوسرے ہتھیاروں
سے مسلح تھے اور بالکل زندہ انسانوں کی طرح ان کے گرد گھیرا
ڈالے کھڑے تھے لیکن ابھی انہوں نے آگے بڑھنے کی کوشش
نہیں کی تھی۔ دفعتاً شارق نے زور سے انسپکٹر خادم کو آواز دی
اور انسپکٹر خادم جاگ گیا۔ یہ آواز سب ہی نے سن لی تھی اور سب
ہی اٹھ کر بیٹھ گئے تھے انسپکٹر خادم نے شارق کی طرف دیکھا اور
پوچھا۔

"کیا بات ہے شارق صاحب"

"اوہ انسپکٹر خادم ہم گھر گئے ہیں"

"کیا" خادم نے کہا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اب سب
ہی نے ان ڈھانچوں کو دیکھ لیا تھا شارق نے بچوں سے کہا۔

"بچو! ڈرنے کی ضرورت نہیں میں تمہیں ڈھانچوں کی سلطنت
کے بارے میں بتا چکا ہوں یہ مردے نہیں بلکہ زندہ ہیں انہیں
ڈھانچے بنا دیا گیا ہے۔ تم ڈرنا نہیں"

"نہیں انکل سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ڈرنے کا بھلا ہم ان
سے کیا ڈریں گے آپ کہیں تو ان میں سے ایک آدھ کو اپنے
مقابلے پر بلاؤں اور اس کے ساتھ جنگ کروں" جاوید نے کہا۔

"نہیں بیٹے تم ان سے جنگ نہیں کرو گے"

"انکل آپ دیکھیے گا میں ان کی سوکھی ہڈیوں کو توڑ کر
پھینک دوں گا۔ آپ نے جاوید کو غلط سمجھا ہے"

"ارے ارے تم جاگتے ہی ہوش میں آ گئے اگر ہم ان
کے نرغے سے نکلنے کے لیے ہتھیاروں کا استعمال کریں تو کیسا
رہے گا" انسپکٹر خادم نے جلدی سے اپنا پستول نکال لیا باقی
لوگوں کے پاس بھی پستول موجود تھے اب وہ ڈھانچوں سے مقابلہ
کرنے کے لیے تیار تھے پہلی گولی انسپکٹر خادم ہی نے چلائی
لیکن یہ کیا اس کے پستول کا گھوڑا تو جام ہو گیا تھا۔ دوسرے
لوگوں کے پستولوں کی حالت بھی یہی ہوئی تھی اور دوسرے لمحے
ان لوگوں کے چہرے لٹک گئے۔ پانی میں سفر کرنے کی وجہ سے
ان کے تمام ہتھیار بھیگ کر ناکارہ ہو چکے تھے۔ اور اب کوئی
بھی ہتھیار کام نہیں کر رہا تھا گویا اب وہ نہتے تھے۔ انہیں انتہائی
افسوس ہوا اپنی اس حماقت کا کاش سمندر میں تیرتے ہوئے وہ
اپنے ان ہتھیاروں کا معقول بندوبست کر لیتے لیکن اب کیا ہو
سکتا تھا ڈھانچوں سے جنگ کرنے کا اب کوئی ذریعہ نہیں تھا
چنانچہ انہوں نے خاموشی سے پستول ریت پر ڈال دیے وہ
پستول اب بالکل کام نہیں کر سکتے تھے انہیں ٹھیک کرنا بھی
بہت مشکل کام تھا اس وقت تک ڈھانچوں کے ہاتھوں ان کا کیا

ختم ہو جاتا تب شارق نے کہا۔

"دوستو ان لوگوں سے مقابلہ کرنے کی کوشش ناکام ہو چکی ہے جو کچھ ہوا ہے تم لوگ بھی اچھی طرح جانتے ہو۔ چنانچہ اب بہتر یہی ہے کہ ہم خود کو خاموشی سے ان کے حوالے کر دیں"

"حارث نہیں آیا ابھی تک پتہ نہیں وہ ان ڈھانچوں کے ہاتھ لگ گیا ہے یا بچ گیا ہے"

"کیا کہا جا سکتا ہے۔ لیکن ایک بات سن لو اگر ہم سے حارث کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ تو ہم کہیں گے کہ ہمیں تو کسی تارک یا حارث نام کے آدمی کے متعلق معلوم نہیں ایسا ہی ہم سندا کے بارے کہیں گے خدا کرے حارث کامیاب ہو گیا ہو اور انہوں نے کسی نہ کسی طرح پرنس درائی پر قابو پالیا ہو اگر ایسا نہ ہوا تو پرنس درائی ہمارا پول کھول دے گا اس کے بعد ہماری زندگی بچنا مشکل ہو جائے گی" سب خاموشی سے شارق کی بات سن رہے تھے ڈھانچے ایک قدم آگے بڑھے اور پھر رک گئے۔ ان کے آگے بڑھنے سے کھٹ کھٹ کی آوازیں پیدا ہوئی تھیں اور اس طرح محسوس ہوا تھا جیسے بہت سے نقارے ایک ساتھ بجے ہوں وہ بڑی تنظیم سے آگے بڑھ رہے تھے چند لمحات کے بعد انہوں نے دوسرا قدم آگے بڑھایا اگر عام انسان ہوتے تو ان کا دل دھڑکنا بھول گیا ہوتا۔ یہ انتہائی بھیانک منظر تھا لاتعداد ڈھانچے ان کی طرف بڑھ رہے تھے اور ان کے ارادے سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ

وہ بہت خطرناک خیالات رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ساکت ہو گئے تھے انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ڈھانچوں کے کسی کام میں مداخلت نہیں کریں گے کیونکہ خواہ مخواہ انہیں اپنے بدن بھالے سے چھلنی نہیں نہیں کرانا تھا ڈھانچے اسی طرح ایک ایک قدم آگے بڑھتے رہے اور ان کا گھیرا تنگ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اب وہ ان سب لوگوں سے صرف چار گز کے فاصلے پر تھے۔ تب ان میں سے ایک ڈھانچہ آگے بڑھا اور اس نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"میرا نام فوما ہے میں ڈھانچوں کی سلطنت کا شہنشاہ ہوں میں تمہیں گرفتار کرتا ہوں" شارق نے ایک لمحے انتظار کیا پھر آگے بڑھ کر بولا۔

"ڈھانچوں کی سلطنت کے شہنشاہ ہم تجھے کوئی نقصان پہنچانے نہیں آئے ہماری کشتی تباہ ہو گئی تھی اور ہم سب سمندر میں تیرتے ہوئے یہاں تک پہنچتے ہیں۔ ہم تو خود پریشان حال لوگ ہیں اس کے باوجود اگر تو ہمیں گرفتار کرنا چاہتا ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے"

"یہ پریشان حال لوگوں کی پناہ گاہ نہیں ہے۔ بلکہ فوما کی سلطنت ہے یہاں تم جیسے لوگوں کا کیا کام تم تہذیب کی دنیا کے رہنے والے بہت شاطر ہوتے ہو۔ جہاں بھی جاتے ہو وہاں کو نقصان پہنچاتے ہو ہم کسی بھی ایسے آدمی کو اپنی سلطنت میں زندہ دیکھنا نہیں چاہتے جو ہمارے بارے میں کسی اور کو بتا دے سمجھے اس

لیے اب تم مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

"سردار فوما ایک بات کہوں" ایک ڈھاپنچے نے آگے بڑھ کر کہا۔

"کیا بات ہے؟"

"پرسوں پوری رات کا چاند ہے اگر ہم کالی دلدل کے کنارے ان کی قربانیاں دیں تو ہمارے یہاں سرسبز کھیتیاں پیدا ہوں گی۔ اچھی قسم کی بارش ہو گی اور اچھے قسم کی فصلیں ہوں گی اور سب خوشحال ہو جائیں گے۔ اور اپنے دشمن پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قابو پالیں گے انسانوں کی قربانی کتنی بڑی چیز ہوتی ہے اس کا تمہیں اندازہ ہے"

"واہ میرے دوست واہ خوب یاد دلایا۔ واقعی اس طرح تو بڑا نقصان ہو جاتا ہمارا اس سے اچھی اور کیا بات ہو سکتی ہے۔ انہیں اپنی بستی میں لے چلو" چنانچہ ڈھاپنچے ان سب پر ٹوٹ پڑے شارق نے ایک بار پھر بچوں کی طرف دیکھا اور یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔ کہ جس طرح اسے اپنی گرفتاری پر کوئی خوف محسوس نہیں ہوا تھا اسی طرح بچوں کے چہرے بھی پرسکون تھے ان عجیب وغریب بچوں کو دیکھ کر بعض اوقات شارق کے دل میں عجیب طرح کے خیالات پیدا ہونے لگتے تھے۔ یہ تھے تو بچے ہی اپنی شکل وصورت سے بھی اور اپنی بچگانہ باتوں سے بھی لیکن ان کے انداز بڑوں سے بھی زیادہ پر وقار تھے۔ شارق کو ایک لمحے کے لیے فخر کا احساس ہوا تھا لیکن بہر طور صورت حال ایسی خراب ہو گئی تھی کہ اب وہ ان کی مدد بھی نہیں کر سکتا تھا۔ سب کو سوکھی ہڈیوں والے ڈھاپنچوں نے پکڑ لیا تھا ان ڈھاپنچوں کی گرفت اتنی سخت تھی کہ وہ محسوس کر رہے تھے کہ ان کی گرفت سے نکل نہیں سکتے تھے لیکن ان کا پروگرام بھی نہیں تھا ان کی گرفت سے نکلنے کا وہ اپنے آپ کو خاموشی سے ان کی گرفت میں پیش کر دینا چاہتے تھے ڈھاپنچوں نے انہیں پکڑ کر آگے گھسیٹنا شروع کر دیا لیکن گھسیٹنے کی نوبت ہی آئی وہ سب خاموشی سے ان کے ساتھ چل رہے تھے۔ شارق نے کہا۔

"بچو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہم سردار فوما کو اس بات پر قائل کرلیں گے کہ ہم ان کے دوست ہیں دشمن نہیں۔ ہم ان کے لیے وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہیں جو ان کی خواہش ہو مجھے یقین ہے سردار فوما تیار ہو جائیں گے تم لوگ پریشان مت ہونا" ان کی بات سن کر فوما نے ایک قہقہہ لگایا اور بولا۔

"میں اپنی مدد آپ کرتا ہوں اتنی بڑی سلطنت کا تنہا مالک ہوں اور یہ سلطنت میں نے اپنے قوت بازو سے ہی حاصل کی ہے چنانچہ مجھے کسی مدد کی ضرورت نہیں تم بس پرسوں رات تک کے لیے زندہ ہو اور اس کے بعد تمہارا جو حشر ہوگا تم خود دیکھ لینا"

شارق نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سب خاموشی سے ان ڈھاپنچوں کے ساتھ گھنے جھنڈ میں سفر کرتے رہے۔ ایک جھنڈ سے نکل کر وہ دوسرے جھنڈ میں پہنچ جاتے تھے۔ ڈھاپنچے واقعی بہت

خوفناک تھے وہ ان کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے جب ان کے پیر زمین سے ٹکراتے تو ان کی ہڈیاں کھٹ کھٹ ہونے لگتیں یہ آوازیں بہت عجیب تھیں وہ ان لوگوں کے ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ درختوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور وہ انتہائی عجیب و غریب جگہ پہنچ گئے جہاں چاروں طرف انتہائی خوفناک پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔ پہاڑیوں میں چھوٹے چھوٹے سوراخ بنے ہوئے تھے اور غالباً یہ ڈھانچے ان ہی سوراخوں میں رہتے تھے۔ سردار قوماچوں کر خود ان کے ساتھ تھا اس لیے ڈھانچوں کو ان کو کسی اور کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ انہوں نے ان سب کو اکٹھا کیا اور انہیں لیے ہوئے ایک میدان میں پہنچ گئے دفعتاً شارق وغیرہ کی نگاہیں اٹھیں تو انہوں نے دیکھا لمبی لمبی رسیاں ادھر سے ادھر بندھیں ہوئی تھیں۔ اس میں چھوٹے چھوٹے لکڑی کے پنجرے لٹکے ہوئے تھے یہ لکڑیاں بے ترتیب تھیں انہیں پنجرہ اس لیے کہا جا سکتا تھا کہ ان میں چھوٹے چھوٹے رخنے تھے درختوں سے لکڑیاں کاٹ کاٹ کر یہ پنجرے بنا لیے گئے تھے اور ایک خاص قسم کا کنڈا بنا کر اسے رسی میں لٹکا دیا گیا تھا یہ رسیاں بہت دور تک چلی گئی تھیں اور اس میں بہت عجیب و غریب جال سے بنے ہوئے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ پنجرے کس کام کے ہیں بہر طور یہ ان کی سمجھ میں جب آیا۔ جب سردار قوما کی ہدایت

پر ایک ڈھانچے نے ایک درخت سے بندھی ہوئی اس رسی کو کھولنا شروع کر دیا۔ پھر دفعتاً عجیب سے انداز میں وہ پنجرے زمین پر لٹکنے لگے یہاں تک کہ وہ زمین پر جا لگے تب ان کی سمجھ میں آیا کہ اصل مسئلہ کیا ہے وہ اپنے قیدیوں کو انہیں پنجروں میں قید کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ڈھانچوں نے ایک ایک پنجرے کا دروازہ کھول کر ان میں دو دو تین تین افراد کو بند کرنا شروع کیا اور پھر تین پنجروں میں یہ تمام لوگ آ گئے اور اس کے بعد یہ پنجرے پھر سے بلند ہونا شروع ہو گئے۔ پھر انہیں رسیوں ہی کے ذریعے حرکت دے کر ایک مخصوص جگہ ایک بہت بلند و بالا پہاڑ کا کنارا تھا پہاڑ کے دوسری طرف سے سفید سفید دھواں سا اٹھ رہا تھا اور اس دھوئیں میں عجیب سی بدبو پھیلی ہوئی تھی لیکن انہیں دیوار سے کافی فاصلے پر فضا میں معلق چھوڑ دیا گیا۔ نیچے سے سردار قوما کی آواز سنائی دی۔

"سنو تم یہاں قیدی ہو ہم پورے چاند کی رات کا انتظار کریں گے۔ تم کون ہو کیوں یہاں آئے ہو ہم اس سلسلے میں کچھ نہیں پوچھنا چاہتے۔ ہم اپنے قیدیوں کے ساتھ اور یہاں آنے والوں کے ساتھ یہی سلوک کرتے ہیں اکثر جہازوں سے بھٹک کر لوگ یہاں آ جاتے ہیں اور ہم یہاں ان کا اچھا بندوبست کر لیتے ہیں چنانچہ تمہارا بھی یہی مقدر ہے۔ تم سب کو قربان کیا جائے گا اور تمہاری قربانی

کے بعد کالی دلدل نہیں بہت بڑی عزت دے گی ہم دشمنوں
پر قابو پائیں گے ہماری کھیتیاں بڑھ جائیں گی ہماری عمریں
بھی زیادہ ہو جائیں گی۔" شارق کچھ نہ بولا وہ خاموشی سے ہونٹوں
پر زبان پھیر رہا تھا اس کے ساتھ اسلم نید تھا۔ انسپکٹر خادم
کے ساتھ انہوں نے ساجد کو بند کیا تھا اور پروفیسر ٹماٹو
کے ساتھ جاوید پنجرے میں لٹکا ہوا تھا تینوں پنجرے
میں زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔ لیکن نیچے خاصی گہرائی تھی اگر
وہ کوئی کوشش بھی کرتے تو ان کی ہڈیاں پسلیاں چور
چور ہو جاتیں۔ اس لیے پنجروں سے نیچے اتر لے کا سوال
ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ ان کی کوئی تحریک انہیں کامیابی
نہیں دلا سکتی تھی پنجروں کے درمیان جو خلا تھے۔ ان سے
زیادہ سے زیادہ وہ اپنے ہاتھ ہی باہر نکال سکتے تھے
اور کوئی ایسی ترکیب نہیں تھی جس سے وہ اپنا ہاتھ
بڑھا کر ہی رسوں تک لے جا سکتے کیونکہ رسے ان
کنڈوں میں لٹکے ہوئے تھے جو ان کے سروں پر
تھے اور وہاں تک ان کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تھا۔
سب ہی اپنی اپنی اس کیفیت پر نبصرے کر رہے
تھے اسلم نے شارق سے کہا۔
"آپ کا یہ نیولا بھی اس سلسلے میں کوئی کوشش نہیں

کر سکتا؟" شارق ادھر اُدھر دیکھ کر آہستہ سے بولا۔
"نہیں نیولے کے لیے کوئی بہتر طریقہ نہیں ہے
اگر ہوتا تو بھی یہ زیادہ سے زیادہ کیا کرے گا یہ اتنا موٹا
رسا کاٹ نہیں سکتا اور اگر یہ رسا کاٹ بھی دے تو کیا
ہوگا ہمارا یہ پنجرہ نیچے گر جائے گا۔"
"انکل آپ نے چٹنی دیکھی ہے۔"
"ہاں ہاں کیوں چٹنی یاد آ گئی۔"
"اگر ہم یہاں سے نیچے گر پڑیں تو ہم میں صرف
نمک مرچ لگانے کی ضرورت رہ جائے گی۔
"کیا مطلب۔"
"کیا مطلب۔"
"مطلب یہ کہ ہماری پھیکی چٹنی تو بن ہی جائے گی اگر ہم میں نمک
مرچ لگا دی جائے تو ہم شاندار چٹنی کی حیثیت سے سامنے آجائیں
گے۔" شارق بے اختیار ہنس پڑا۔
"بھئی میں تم سے بے حد متاثر ہوں اسلم میاں ان حالات کے
باوجود تم مذاق کر سکتے ہو۔"
"اور کہاں ہے انکل مذاق کرنے کے لئے حالات کی تھوڑی
ضرورت محسوس ہوتی ہے۔"
"تمہیں خوف نہیں محسوس ہو رہا۔"
"انکل میں تو ایک بات سوچ رہا ہوں۔"

ر گیا،،

"اگر مجھے پیشاب محسوس ہوا تو میں کیا کروں گا۔" شارق منہ دبا کر ہنسنے لگا تھا۔ پھر اسے احساس ہوا کہ اسے ہنسنا نہیں چاہیئے صورت حال بہت خطرناک تھی لیکن کیا کرتا اسلم نے بات ہی ایسی کہی تھی اس بات پر اس نے اسلم کو کوئی جواب نہیں دیا اور اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھنے لگا۔ جاوید پروفیسر ٹماٹر سے کہہ رہا تھا۔

"جی انکل اب آپ فرمائیے ٹماٹروں کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔"

"ٹماٹر بہر طور ایک لذیز چیز ہوتی ہے اور پھر میری ماں نے میرا نام ٹماٹر رکھا تھا۔ اور اس سے زیادہ مجھے اور کیا چیز پسند آ سکتی ہے۔"

"کیا خیال ہے اب ٹماٹر کی چٹنی نہیں بن جائے گی۔"

"واہ کیا عمدہ کہی ہے تم نے کیا لذیز ہوتی ہے کھائی ہے تم نے"

"ہاں کھائی ہے انکل لیکن دوبارہ کھانا چاہتا ہوں،،

"کیا کہا جا سکتا ہے ویسے تمہیں ڈر لگ رہا ہے جاوید میاں"

"نہیں انکل ڈر نہیں لگ رہا بلکہ میں یہ سوچ رہا ہوں کیا اب زندگی کی کوئی امید باقی ہے۔"

"خدا پر بھروسہ نہیں کرتے۔

"کمال ہے خدا کے علاوہ اور کس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔،،

"تم جانتے ہو ابھی سب سے بڑی قوت ایسی ہے جو ہمیں اس

مصیبت سے بچا سکتی ہے۔"

"یعنی خدا،،

"ہاں اس پر بھروسہ کرو اگر اس نے ہماری تقدیر میں زندگی لکھی ہے۔ تو زندگی کسی بھی کونے سے کھسک کر ہم تک پہنچ جائے گی اور اگر موت لکھی ہے تو ہم اگر اپنے گھروں میں، بستروں پر ہوتے تو مر رہے ہوتے،،

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ یقین کریں مجھے کوئی خوف وغیرہ کا احساس بھی نہیں ہے۔ میں تو صرف ان دلچسپ حالات کے متعلق سوچ رہا ہوں پتہ نہیں حارث کہاں گیا۔"

"ہاں اگر حارث ان کے ہاتھ لگ گیا تو ہمیں کسی نہ کسی طرح پتہ ضرور چل جاتا لیکن یہ لوگ اس بارے میں خاموش ہیں اس کا مقصد ہے ان لوگوں کو اس کے بارے میں کوئی علم نہیں،،

"ممکن ہے سندا بھی بچ گئی ہو"

"ہاں ممکن ہے ویسے پرنس ورانی کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ اگر وہ فوما تک پہنچ جاتا تو نظر ضرور آتا،،

"دیکھو ممکن ہے دن کی روشنی میں وہ نظر آئے۔" ٹماٹر نے کہا۔

انسپکٹر خادم ساجد کے ساتھ مصروف تھا ساجد بچارہ ان لوگوں میں سیدھا سادہ بچہ تھا۔ ڈر خوف کا اس کے ذہن میں بھی کوئی شبہ نہیں تھا انسپکٹر خادم بھی اس سے اسی قسم کی گفتگو کر رہا تھا اس طرح وقت گزرتا

رہا پورا دن گزر گیا انہیں شدید بھوک پیاس لگ رہی ۔ موسم بھی خاصا تیز ہو گیا اور دھوپ اُن پر براہ راست پڑ رہی تھی لیکن وہ مجبور تھے بے بس تھے کچھ بھی کر سکتے تھے اب تو دُعا پنجے بھی پہل موجود نہیں تھے وہ بھی اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے تھے ویسے یہاں سے وہ ڈھانچوں کی پوری سلطنت کو دیکھ سکتے تھے قرب و جوار میں ہر طرف پہاڑیاں بکھری ہوئی تھیں لیکن یہ پہاڑیاں عجیب سی تھیں لیکن لمبی لمبی میناروں کی طرح کہیں گول گول گُمبدوں کی طرح ہوا کی کاٹ نے انھیں بہت ہی بھیانک شکلیں دیدیں تھیں وہ ان پہاڑیوں کو دیکھتے رہے ۔ بھوک پیاس سے ان کے ہونٹ خشک ہو رہے تھے ۔ جب سورج چھپ گیا تو تھوڑا سا سکون کا احساس ہوا ۔ کم از کم دھوپ کی تیزی تو ختم ہو گئی تھی ۔ کچھ ہی دیر کے بعد رات ہو گئی ۔ رات اچھی خاصی سرد تھی ۔ لیکن ان کے پاس اس سردی سے بھی بچاؤ کا کوئی طریقہ نہیں تھا ۔ وہ پنجروں میں دبک کر بیٹھ گئے تھے ۔ شارق نے جب اپنا لباس اتار کر اسلم کے کندھے پر ڈال لیا تو اسلم ایک دم اچھل کر ایک دم کھڑا ہو گیا ۔

”کیوں کیا ہوا؟“

”ارے انکل گدگدی ہوتی ہے ۔“ اسلم نے ہنستے ہوئے کہا ۔

”کیسے ؟“

”آپ کے ان کپڑوں سے ۔“

”اوڑھ لو اسلم سردی ہو رہی ہے ۔“

”اور آپ “

”میں ٹھیک ہوں میری پرواہ مت کرو ۔“

”کیسی باتیں کرتے ہیں انکل ۔ پلیز اپنا لباس پہن لیجئے میں اتنا بزدل نہیں ہوں ۔ آپ مجھے کسی بھی طرح کمزور نہیں پائیں گے ۔“

”وہ تو میں نے محسوس کیا ہے ۔“

”انکل باقی دوسری بات کپڑے پہننے کے بعد ہوگی ۔ افسوس ہمارے ہتھیار ناکارہ ہو گئے ورنہ شاید ہم اس حالت کو نہ پہنچتے ۔“

اسلم کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا ۔ اس کی نگاہیں ادھر اُدھر بھٹک رہی تھیں ۔ اب رات کی تاریکیاں چاروں طرف سے اُمنڈ آئی تھی اور تاریکی میں ماحول اور بھی خوفناک لگ رہا تھا ۔ پہاڑیاں اس طرح لگ رہی تھیں جیسے جن بھوت چادریں اوڑھے سر جُھکائے بیٹھے ہوں ۔ وہ اونگھنے کی کوشش کرنے لگے اور انہیں نیند نے اپنی آغوش میں پناہ دی ۔ یعنی وہ گہری نیند سو گئے تھے ۔ دوسری صبح اُٹھے تو ہلنے جلنے کو بھی جی نہیں چاہ رہا تھا ۔ زبانیں سوکھ کر کانٹا ہو گئی تھیں ۔ انہیں اب یہ خیال رہا تھا کہ اب دن کیسے گزرے گا ۔ پھر کسی نہ کسی طرح وقت گزرنے لگا وہ سب نقاہت بھری آوازوں میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے رہے ۔ شارق کا نیولا بالکل خاموش تھا ۔ اس نے اس دوران ایک بار بھی آواز نہیں نکالی تھی پھر دوپہر ہو گئی اور ان کی حالت خراب ہونے لگی ۔

بہر طور کسی نے کمزوری کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اُن کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں
اب انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے موت اُن سے زیادہ دور نہ تھی
جاوید نے پروفیسر شاطر سے کہا۔

"انکل میرا خیال ہے ان لوگوں کو ہماری قربانی دینے کی ضرورت
پیش نہیں آئے گی۔ ہم تو ویسے ہی قربان ہوئے جا رہے ہیں۔ انسپکٹر
خادم نے دکھ بھری نگاہوں سے جاوید کو دیکھا۔ اور پھر بولا۔

"میں موت کے بعد بھی اس وقت کے لیے افسوس کرتا رہوں
گا۔ کاش میں تم لوگوں کو یہاں نہ لاتا۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ انکل خادم ہم موت سے ڈر سکتے ہیں ہم
مسلمان ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ ہمیں موت اُسی وقت آئے گی جب خدا
اسے بھیجے گا۔ اس سے پہلے کبھی نہیں آ سکتی۔"

"زندہ باد جاوید زندہ باد تم... تم واقعی قابلِ فخر چیز ہو۔" انسپکٹر
خادم نے لرزتی آواز میں کہا اور خاموش ہو گیا۔

پھر وہ دن گزر گیا۔ رات ہوئی اور پھر دوسری صبح۔ وہ لوگ
کو ایک پل بھی نہیں سو سکے تھے۔ سب کو احساس تھا کہ صورتِ حال بہت
خراب ہو گئی ہے اور بچاؤ کی کوئی امید نہیں ہے۔

ہر شخص کے ذہن میں ایک ہی خیال تھا۔ اب کون سی قوت ان کو
بچا سکتی ہے۔ اب تو کوئی امید نہیں رہی تھی۔ شارق کی پیشانی پر بل
شکنیں تھیں۔ اس نے صبح کو اسلم کی شکل دیکھی۔

"کیا سوچ رہے ہو اسلم میاں؟"

"ان کنڈیوں کے بارے میں سوچ رہا ہوں انکل۔ یہ کنڈیاں..."
اسلم نے پنجروں کی کنڈیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا ہے اِن کنڈیوں میں؟"

"انکل یہ دو شاخہ کنڈی ٹوٹ سکتی ہے۔"

"کون سی؟"

"یہ...؟" اسلم نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا۔

"ہاں ٹوٹ تو سکتی ہے یہ زیادہ مضبوط تو نہیں ہے۔"

"آپ اسے توڑ کر بطور تحفہ مجھے دے سکتے ہیں۔"

"کیا کرو گے؟"

"توڑ دیجیے۔ اسلم نے کہا۔ اور شارق نے لکڑی توڑ کر اسے دے
دی۔ اسلم نے اپنی پتلون کی بیلٹ کھولی جو لاسٹک کی تھی اور پھر اسے لکڑی
کے دو شاخوں میں باندھنے لگا۔

"اوہ غلیل؟" شارق نے کہا۔

"ہاں، غلیل بنا رہا ہوں۔"

"لیکن اس میں غلّے کہاں سے لاؤ گے۔؟"

"میری جیب میں آٹھ اٹھنیاں ہیں نہ جانے کہاں سے پڑی رہ گئی
تھیں۔ ان میں سے ایک کام کی ثابت ہو گی۔ آپ دیکھتے رہیں۔"
اسلم نے کہا۔ اور پھر چھوٹی چھوٹی لکڑیاں غلیل میں رکھ کر پھینکنے کی

مشق کرنے لگا۔ اس نے کئی لکڑیاں کافی قوت سے قربان گاہ کی اس دیوار تک پہنچا دی تھیں جس کے دوسری طرف گندھک کی دلدل تھی اور یہاں سے دھواں اٹھ رہا تھا۔

جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی ریت کے اونچے نیچے ٹیلے بکھرے ہوئے تھے دن کی روشنی میں جب سورج نکلتا تو یہ ریت اتنی گرم ہو جاتی کہ اس، پر پاؤں رکھنا مشکل ہو جاتا ایسے وقت میں یہ خوبصورت سانپوں کا جوڑا ریت میں جگہ جگہ اگی ہوئی جھاڑیوں میں پناہ لے لیتا اور سورج کی تپش سے بچنے کے لیے جھاڑیوں کی جڑوں میں لیٹ کر آرام کرنے لگتا اور جب سورج ڈھلتا تو سرد ہوائیں ریت کو ٹھنڈا کر دیتیں تو یہ جھاڑیوں سے نکلتا اور ریت پر دو خوبصورت سی لکیریں بناتا ہوا آگے بڑھ جاتا۔ رات کی تاریکیوں میں اس کا سفر مسلسل جاری رہتا تھا۔ انسانوں کے لیے رات کی یہ تاریکیاں نظر نہ آنیوالی ہوتی ہیں لیکن قدرت نے جتنے جاندار پیدا کیے ہیں اُن کی سہولت کے لیے ہر طرح کا بندوبست کر دیا ہے۔ انسان سمندر میں زیادہ سے زیادہ

چند منٹ زندہ رہ سکتا ہے یا پھر اگر اُس نے بہت زیادہ مشق کی ہو تو چند گھنٹے لیکن پانی کی گہرائیوں میں کروڑوں جاندار زندہ رہتے ہیں پانی اُن کے لیے زمین کی مانند ہے وہ اس میں سانس لے سکتے ہیں اور اسی میں زندہ رہ سکتے ہیں، یہ سب قدرت ہی کا کارنامہ ہے۔ چنانچہ تاریکی میں سانپوں کا یہ جوڑا جس میں ایک طارق تھا اور دوسری سندا اپنے ماں باپ کو تلاش کرتا ہوا ان علاقوں کا طویل ترین سفر طے کر چکا تھا۔ کبھی کبھی وہ بلند و بالا ٹیلوں پر چڑھ جاتے اور پھن اُٹھائے کافی دیر کھڑے رہتے وہ ہواؤں میں اپنے ماں باپ کی خوشبو تلاش کرتے اور یہ قوت بھی اللہ تعالےٰ نے اُن میں پیدا کی تھی کہ ہواؤں میں اُڑنے والی خوشبو سونگھ کر وہ سمتوں کا اندازہ لگا لیتے تھے۔ دونوں بہن بھائی بڑی شدومد سے اپنے ماں باپ کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ اور اُن کا یہ سفر مسلسل جاری تھا۔ پھر ایک شام جب سورج ڈھلا اور وہ اپنی رہائش گاہ سے باہر نکلے تو طارق نے سنوا سے کہا۔ "کیا تم تھکن محسوس کر رہی ہو بہن"۔

"نہیں بھائی طارق تھکن کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہم بچپن سے آج تک اپنے ماں باپ سے دور رہے ہیں لیکن اب انکی تلاش کی خواہش ہمارے دل میں اتنی زیادہ ہے کہ میرے دل میں تو تھکن کا خیال تک نہیں ہے۔"

"میرا خیال ہے اب ہم اُن سے زیادہ دور نہیں ہیں، ہواؤں میں

جو خوشبوئیں ہم تک آرہی ہیں وہ ہمیں بتارہی ہیں کہ دور بہت دور جنگلوں کے جو سرے ہمیں نظر آرہے ہیں اُن کے درمیان ہمارے ماں باپ موجود ہیں۔"

"آہ میرا خیال ہے ہم نے کافی فاصلہ طے کرلیا۔"

"نہیں اس سفر کو ہم کافی نہیں کہہ سکتے اسلئے کہ ہم تو انہیں مختلف سمتوں میں تلاش کرتے آئے ہیں۔ اگر وہ انہی جنگلوں میں موجود ہیں تو ہم یہاں سے سیدھے ڈھانچوں کی سلطنت کی جانب جائیں تو ہمیں چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں لگ سکتے۔"

"خدا کرے ہمارے ماں باپ ہمیں مل جائیں۔" سندا نے کہا اور طارق نے پیار سے اپنا پھَن اُسکے پھَن پر رکھدیا وہ محبت بھرے لہجے میں بولا

"میری بہن مایوس ہونا بری بات ہے مجھے تو پورا پورا یقین ہے کہ ہم بہت جلد اپنے ماں باپ کے پاس ہوں گے۔"

"کیسے ہوں گے ہمارے ماں باپ۔"

"ہم آج تک انسانوں کو اپنا ماں باپ سمجھتے رہے ہیں کارا کائی ہر چند کہ سانپ تھی لیکن وہ بھی انسان بن کر تمہارے سامنے رہی ہے اور تمہیں، بہت عرصے تک یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ وہ ناگن تھی۔"

"اور تم بھی پرنس دراتی کے ساتھ اُسے اپنا باپ سمجھ کر رہتی رہی ہو۔"

"کاش مجھے پہلے ہی اس بات کا علم ہو جاتا کہ وہ انسان میرا باپ نہیں بلکہ میرے باپ کا دشمن ہے۔ لالچی کو لالچ کی کیسی سزا ملی اُس کو اپنی زمین پر دو گز کی جگہ بھی نہ ملی دیکھ لو طارق لالچ کتنی بری چیز ہے۔"

"ہاں پتہ نہیں یہ انسان چمکدار پتھروں پر کیوں اپنی جان دیتے ہیں تم مجھے بتاؤ ہیرا کس لیے کام آتا ہے۔ ہم تو انسان بن کر رہ چکے ہیں۔ ہیرے کے خوبصورت زیورات بنا کر گردنوں میں ڈال لیے جاتے ہیں اور وہ چمکتے رہتے ہیں اُن سے نہ تو پیٹ بھرا جاسکتا ہے نہ ہی کوئی اور کام لیا جاسکتا ہے اسی طرح سونا ہے۔ پیلے رنگ کی یہ دھات انسان کیلئے کتنی قیمتی ہے وہ اسکے لیے اپنے جیسے کسی انسان کی جان لے لیتا ہے لیکن یہ دھات تو اسکی کوئی مدد نہیں کرسکتی نہ تو اس سے پیٹ بھرا جاسکتا ہے نہ اپنے بچاؤ کیلئے وہ اس دھات سے ہتھیار بنا سکتا ہے اس سے تو سیاہ رنگ کا بدصورت لوہا بدرجہا بہتر ہے لوہے سے ہتھیار بنائے جاتے ہیں جو ضرورت کے وقت انسان کے کام آتے ہیں۔ انسان بڑی عجیب چیز ہے ایسی چیزوں کو قیمتی بنا دیتا ہے جو بے وقعت ہوتی ہیں۔ اب تم بتاؤ سونے کو اگر وہ سونا نہیں کہتا تو سونا کس کام آتا اسکے تو برتن بھی نہیں بنائے جاسکتے۔" دونوں اسطرح باتیں کرتے ہوئے سفر کرتے رہے چاند نکل آیا تھا اور اُسوقت وہ ریت کے ایک ٹیلے سے گزر رہے تھے جب انہوں نے اُن درختوں کو بہت قریب سے دیکھا، طارق رک گیا سندا نے اُسے رکتے دیکھا تو خود بھی رک گئی۔

"کیا بات ہے بھائی۔" اُس نے پوچھا۔

"آہ ہم درختوں کے قریب پہنچ گئے ہیں ذرا ہواؤں کو سونگھو تمہیں اُن میں ہمارے باپ جوکارہ اور ہماری نیکو کی خوشبو آتی ہے۔" سندا ادھر ادھر پھن گھمانے لگی اور چند لمحات کے بعد اُسنے پرمسرت لہجے میں کہا۔

"بھائی طارق ہاں مجھے اپنے ماں باپ کی خوشبو آتی ہے۔"

یہ شکوہ تھی. اپنے بچوں کو اس نے بھی پہچان لیا تھا سانپوں کا یہ ملاپ بڑا عجیب تھا. اگر تہذیب کے دائرے میں رہنے والا انسان اس منظر کو دیکھ لیتا تو اسکا ہارٹ فیل بھی ہو سکتا تھا. جہاں تک نظر جاتی تھی سانپ ہی سانپ پھن کاڑھے کھڑے تھے اور انکے درمیان یہ دونوں بڑے سانپ طارق اور سندا انکو لپٹائے کھڑے تھے. انکی مسرت کی زبان بہت کچھ کہہ رہی تھی جوکارہ پوچھ رہا تھا.

"میرے بچے طارق میری بچی سندا آ گئے تم کیسے آ گئے تم آج تم کیسے آ گئے."

"ہم تمہاری خوشبو سونگھتے آ گئے ہمارے باپ ہم تمہاری خوشبو سونگھتے آ گئے ہماری ماں." دونوں محبت بھرے لہجے میں کہہ رہے تھے. سانپوں میں کھلبلی مچ گئی تھی سب کے سب اپنے ہونیوالے شہزادے اور اسکے بعد بادشاہ کو دیکھنے کیلیے لپک رہے تھے انکی ننھی ننھی آنکھیں چمک رہی تھیں اور انکے منہ سے مسرت کی پھنکاریں نکل رہی تھیں. بالکل ایسا ہی پتہ چل رہا تھا جیسے تیز ہوائیں چاروں طرف گونجتی پھر رہی ہوں. یہ دلچسپ منظر صبح کی روشنی تک جاری رہا جب صبح کی پہلی کرن پھوٹی تو طارق نے جوکارہ سے کہا.

"کیا ہم اپنے بلوں میں نہ چلیں ابھی تھوڑی دیر کے بعد سورج گرم ہو جائیگا اور زمین تپ جائے گی."

"نہیں درختوں کی چھاؤں میں ہماری یہ چھوٹی سی حکومت ہمیں ہر طرح کی آفت سے محفوظ رکھتی ہے. بارش ہوتی ہے تو ہم زمین کی گہرائیوں میں دور نکل جاتے ہیں. گرمی ہوتی ہے تو ہم درختوں کے تنوں سے آ لپٹتے ہیں اور ان کی شاخوں پر جھولتے رہتے ہیں. ہلکی ہلکی ہوائیں ہمیں مست نیند سلا دیتی ہیں."

"کیا ہمارے ماں باپ ہماری خوشبو نہ سونگھ رہے ہوں گے."

"یہ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ انہیں ہمارے آنے کی امید نہیں ہو گی."

"تو پھر چلو آگے چلو ہم جنگلوں میں داخل ہو کر ہی دم لینگے اور پھر سورج نکلنے سے پہلے ہمارا وہاں پہنچ جانا ضروری ہے." چنانچہ دونوں نے اپنی رفتار تیز کر دی ریت پر چمکدار لکیریں سفر کر رہی تھیں اور تھوڑی دیر بعد وہ درختوں کی جڑوں کے پاس پہنچ گئے درختوں کی جڑیں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں. انکے درمیان خودرو جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں. جگہ جگہ سانپوں کے بل نظر آ رہے تھے. درحقیقت یہاں ہر درخت کے نیچے سانپوں کے بل تھے رات کی تاریکی میں شکار اور خوراک کے لیے نکلنے والے سانپ اسوقت اپنا پیٹ بھر کر بلوں میں جا گھسے تھے اور مست نیند سو رہے تھے یہ دونوں آگے بڑھتے رہے دفعتاً انہیں ایک درخت سے ایک زوردار پھنکار سنائی دی وہ دونوں چونک کر رک گئے اس پھنکار میں محبت کی خوشبو تھی اور دفعتاً ایک بہت بڑا کوڑیلا سانپ انکے سامنے آ گیا یہ سانپ ایک لمحے تک انہیں کھڑا دیکھتا رہا. طارق اور سندا جیسے مسحور ہو گئے تھے. دوسرے لمحے سانپ نے اپنا چوڑا پھن پھیلایا اور آگے بڑھ کر انسے لپٹ گیا یہ جوکارہ تھا جوکارہ نے اپنے بچوں کی خوشبو سونگھ لی تھی اور وہ خوشی اور مسرت سے پاگل ہوا جا رہا تھا پھر اسنے پیچھے ہٹ کر ٹہل ٹہل کی آواز نکالی اور دفعتاً یوں محسوس ہوا جیسے ہر درخت کی جڑ نے سینکڑوں سانپ اگل دیئے ہوں. سانپوں کے انبار کے انبار لگ گئے ایک اور کوڑیلا سانپ کسی اور جگہ سے آیا اور جوکارہ کے قریب پہنچ گیا

مگر میرے بچو میں نے زندگی کا طویل عرصہ تمہارے بغیر کاٹا ہے تمہاری یاد میں کاٹا ہے۔ آہ میں نے تمہارے لیے بڑا انتظار کیا ہے میرا ایک دوست تھا شارق اُسنے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ میرے بچوں کو لاکر مجھ سے ملاویگا۔" دفعتاً طارق چونک پڑا پھر اس نے کہا۔

"میرے باپ تمہارا دوست شارق ہی ہمیں یہاں لایا ہے۔"

"کیا مطلب۔"

"یہاں شارق اور اُسکے ساتھی اگر ہماری مدد نہ کرتے تو شاید ہم زندگی بھر یہاں تک نہ پہنچ پاتے۔"

"اچھا آؤ اب بل میں چلیں بلوں میں پہنچ کر اس موضوع پر بات کریں گے۔" اُسکے بعد جوکارہ نے دوسرے سانپوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

"دوستو بھائیو اب تمہارا شہزادہ واپس آگیا ہے تم ایک جلاوطن حکومت میں زندگی گزار رہے ہو۔ طویل عرصہ ہو گیا کہ ہم نے اپنے گھروں کا رخ نہیں کیا اور ان عارضی بلوں میں وقت گزارتے رہے ہیں لیکن اب وہ وقت آگیا ہے کہ طارق ہماری حکومت سنبھال لے گا اور بدنصیب فوما کو عبرتناک سزا دی جائیگی۔ فوما نے تمہارے خلاف جو سازش کی تھی اُسکے نتیجے میں یہ تو ہوا کہ وہ سانپوں کی حیثیت سے زندگی نہ گزار سکا اور انسانی ڈھانچوں کی حیثیت سے زندگی اُن پر حرام ہو گئی لیکن اب انہیں ختم پڑیگا اب نیکی کا دیوتا اُن سب کو فنا کر دیگا۔ آسمان سے وہ بارش برسے گی جو موت کی بارش کہلائے گی ڈھانچے فنا ہو جائینگے۔ گندھک کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائینگے اور تمام ڈھانچے فنا ہو جائیں گے آؤ میں تمہیں خوشخبری سناتا ہوں کہ اب تم اپنے

گھروں میں واپس جانیکے قابل ہو چکے ہو۔ ہمارے طارق ہماری سندا ہمارے درمیان آگئے ہیں۔ تمام سانپ خوشی سے جھومنے لگے وہ خوشی سے پھنکاریں مار رہے تھے تب جوکارہ نے کہا۔

"اب اپنے اپنے بلوں میں چلے جاؤ میں اپنے بچوں کے ساتھ کچھ وقت گزارونگا اور گفتگو کرونگا۔" ایک بہت بڑے برگد کے درخت کی جڑ میں ایک بہت بڑا سوراخ تھا۔ یہ جوکارہ کی رہائش گاہ تھی اور اپنی اس رہائش گاہ میں وہ ضرورت کے وقت ہی داخل ہوتا تھا لیکن اسوقت نیکو جوکارہ طارق اور سندا اسی بڑے سوراخ میں داخل ہوئے تھے سوراخ اندر سے کافی بڑا تھا وہ آرام سے اندر کنڈلی مار کر بیٹھ سکتے تھے۔ ماں باپ بیحد خوش تھے اور طارق اور سندا کی بھی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔ وہ اب اُس دنیا کو بھول گئے تھے جہاں انہوں نے زندگی کا طویل عرصہ گزارا تھا اور اب انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کبھی کسی اور دنیا میں نہ رہے ہوں۔ ماں باپ کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں تھا جوکارہ کہہ رہا تھا۔

"اب مزہ آئے گا اب دیکھونگا میں اس بدبخت فوما کو دیوی اور دیوتاؤں کی ساری برکتیں اب ہم پر نازل ہونگی اور بڑا بت ہمارے اوپر رحمتوں کی بارش کریگا۔ فوما تباہ و برباد ہوگا اسلیئے کہ اُس نے اُس حکم کی خلاف ورزی کی تھی جو بڑے بت نے لاکھوں سال پہلے دیا تھا یعنی سرداری اولاد سردار ہوگی اور باقی لوگوں کو اسکے حکم کی پابندی کرنی ہوگی خبردار کوئی سازش نہ کرے کوئی اس حکم کی خلاف ورزی نہ کرے لیکن فوما نے ایسا کیا وہ بڑے بت کا حکم بھول گیا تھا اس نے سوچا کہ سردار بن کر وہ بڑے بت کی پوجا کریگا

اگر بڑا بت اس پر مہربان ہوتا تو وہ پھر ڈھانچوں سے سانپ بن جاتے
کیوں وہ مصیبت میں رہتے اسکا مقصد ہے بڑا بت اُنسے خوش نہیں ہے
بلکہ وہ وقت کا انتظار کر رہا تھا اور وہ وقت اب آگیا ہے میرا بیٹا طارق
اور میری بیٹی سندا ،، پھر اُسنے چونک کر کہا ۔

"ارے ہاں تم نے میرے دوست شارق کے بارے میں بتایا تھا وہ کہاں رہ گیا ہے"

"بابا میں آپ کو اُس کے بارے میں بتانا چاہتا تھا جیسا کہ میں نے
کہا کہ ہمیں ہمارے کچھ دوست یہاں لائے ورنہ ہم کبھی کامیاب نہ ہو پاتے
آپکا وہ لالچی دشمن جس کا نام پرنس ورانی تھا وہ ہم دونوں کو لے کر اپنی
دنیا میں چلا گیا تھا ۔ مجھے کاراکانی نے حاصل کر کے پرورش کیا اور آپ کی
ہدایت کے مطابق مجھے بتادیا کہ میں سانپ ہوں لیکن پرنس ورانی نے سندا
کو کچھ نہیں بتایا تھا کیونکہ سندا سے جب میری ملاقات ہوئی تو میں نے اُسے
تفصیل بتائی اور ہمارے خون نے ایک دوسرے کو پہچان لیا ہم دونوں پرنس
ورانی کی سازش کی وجہ سے جزیرے پر آگئے جزیرے پر ہم دونوں نے ملکر
پرنس ورانی کو کاٹ کاٹ کر ہلاک کر دیا ۔ اسکی لاش جزیرے کے ساحل پر
پڑی ہوئی ہے ہمارے ساتھی بھی وہیں ہیں لیکن وہ فوما کے ہتھے چڑھ گئے
ہیں اور اب فوما یقیناً اُن کے ساتھ دشمنی کریگا اور انہیں ہلاک کر دیگا ۔

"ارے ،، جوکارہ پھنکارا ۔

"تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا میرے بچو کتنے افراد ہیں وہ ۔"

"تین بچے ہیں وہ جو بڑے بہادر ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ تین
بڑے افراد ہیں شارق پروفیسر ٹماٹر اور ایک اور شخص ہے جس کا نام خادم

ہے ۔ تینوں ہم سے بڑی محبت کرتے تھے وہ بڑی جانفشانی کے ساتھ
ہمیں یہاں لائے ہیں ۔"

"اور وہ فوما کے ہتھے چڑھ گئے ہیں ۔"

"ہاں بابا"

"اوہو گویا وہ وقت بہت جلد آگیا جب مجھے فوما کی سرکوبی کرنا تھی
اُسے اس کی سازش کی سزا دینی تھی ۔ اتفاق سے وہ وقت بہت جلد
آگیا اگر ہم پر کسی نے احسان کیا ہے تو پھر ہمارا فرض ہے کہ اُس کی جان
بچانے کے لیے وقت ضائع نہ کریں میرے بچو میری خواہش تو یہ تھی کہ
پہلے تمہیں خوب جی بھر کر دیکھتا تم سے باتیں کرتا اور اُس کے بعد فوما کے
خلاف جنگ کا آغاز کرتا لیکن اب اپنے دوستوں کو بچانے کے لیے یہ
ضروری ہے کہ ہم فوراً ہی اُن کی مدد کو چلیں آؤ ہم اپنی کمین گاہ سے
باہر نکلیں اور اپنے دوستوں کو آواز دیں اب ہم فوما سے جنگ کرنے
چلیں گے ۔"

"ٹھیک ہے بابا اگر اُن سب کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو میں زندگی بھر
پچھتاتا رہوں گا ۔"

"نہیں پہنچے گا ابھی نہیں پہنچے گا چلو جلد چلو آؤ ۔" وہ سب باہر
نکل آئے بڑے ناگ نے باہر نکل کر پھنکاریں ماریں اور تھوڑی دیر
کے بعد چاروں طرف سے سانپوں کا طوفان اُمنڈ پڑا ۔ جوکارہ نے سانپوں
کی زبان میں اُن سب کو صورت حال بتائی ۔ یہ سارے وہ لوگ تھے جو

جوکارہ کے وفادار تھے اور انہوں نے فوما کی غلامی نہیں قبول کی تھی. جوکارہ کے ساتھ وہ اس جنگل میں آبسے تھے اور یہاں بل بنا کر رہ رہے تھے۔ انہوں نے اپنی سلطنت چھوڑ کر جنگل کی تمام سختیاں اپنا لی تھیں. صرف سردار کے لیے چنانچہ وہ سب جوکارہ کے اشارے پر غصّے سے پھنکارتے ہوئے لہراتے ہوئے برق رفتاری سے اُس طرف چل پڑے جہاں فوما کی سلطنت تھی.

نوچندی جمعرات آگئی تھی ڈھانچے آبادی سے نکل کر اُس جگہ جمع ہو گئے تھے جہاں دھند پھیلی ہوئی تھی اور اس میں سے دھواں خارج ہو رہا تھا ایک چوڑی سی دیوار تھی جو غالباً کٹی ہوئی پہاڑی سے بنائی گئی تھی. کٹی ہوئی دیوار کے ساتھ ساتھ وہ پنجرے لٹکے ہوئے تھے جن میں یہ تمام افراد قید تھے بھوک پیاس نے انہیں بہت نڈھال کر دیا تھا لیکن یہ اپنی ہمّت سے کام چلا رہے تھے. ڈھانچے تاحدِ نظر پھیلے ہوئے تھے جدھر دیکھو ڈھانچے ہی ڈھانچے جدھر دیکھو وہ ہی نظر آتے تھے انہیں چاند نکلنے کا انتظار تھا چاند نکلنے کے ساتھ ہی قربانی کی رسم پوری کی جانیوالی تھی. فوما بڑے کروفر کے ساتھ وہاں موجود تھا اور بہت سے ڈھانچے اُس کے آس پاس موجود تھے وہ سب اپنے سردار کی ناز برداریاں کر رہے تھے. تمام قیدی عجیب سی نگاہوں سے ادھر دیکھ رہے تھے اب کوئی اُمید نہیں رہی تھی اور وہ سب خدا کو یاد

ے تھے لیکن اس کے باوجود پروفیسر ٹماٹر انسپکٹر خادم اور شارق خود بھی ں تھا. بچوں کو تمام صورتِ حال معلوم تھی لیکن اُن کا ایمان اتنا مضبوط کہ بڑے بھی حیران رہ گئے تھے. شارق نے جاوید سے کہا تھا.

"جاوید میاں حالات بگڑتے جا رہے ہیں."

"نہیں انکل شارق میں نہیں مانتا حالات بالکل نہیں بگڑے اگر ہماری زندگی مقصود ہوگی تو ہم موت کے منہ میں جانے کے باوجود جائیں گے. شارق کا دل تو چاہا کہ کہہ بیٹھے اب بچنے کی کیا اُمید ی ہے لیکن اُس کی ہمّت نہیں پڑی تھی اس بچے نے اُسے ندہ کر دیا تھا. یہی کیفیت اسلم اور ساجد کی تھی اسلم تو بہت ہی و چوبند نظر آ رہا تھا وہ شارق والے پنجرے میں تھا اور جاوید رہ بالکل برابر ہی تھا. جاوید نے اسلم کو دیکھا اور مسکرانے لگا.

"کیوں اسلم میاں ان معاملات کے بارے میں تم کیا کہتے ہو."

"یار دو چار ڈھانچے کھانے کو مل جائیں تو پھر دیکھو میری زبان کیسے ی ہے."

"ڈھانچے کھاؤ گے تم."

"کیا ہرج ہے. بھوک میں تو ہڈیاں بھی چبا لی جاتی ہیں." اسلم سکراتے ہوئے کہا.

چاند آہستہ آہستہ اپنا سر اُبھار رہا تھا اور ڈھانچے تیاریاں کر رہے اب وہ ان رسیوں کے قریب تھے جہاں سے ان پنجروں کو آگے

بڑھایا جاسکتا تھا۔ یہاں تک کہ چاند پوری طرح نکل آیا اور سب سے پہلے
پروفیسر ٹماٹر کی باری آئی۔ چونکہ اُن کا پنجرہ ہی سب سے آگے تھا رسیوں
کو حرکت ہوئی اور پنجرہ آہستہ آہستہ کھسکنے لگا اُسے ایک خاص طریقے
سے بنایا گیا تھا چنانچہ وہ پھسلتا ہوا اُس جگہ جاکر رکا جہاں وہ دیوار
موجود تھی جس کے دوسری جانب گندھک کی وہ دلدل موجود تھی
پروفیسر ٹماٹر نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ بہت سے ڈھانچے پنجرے کے
پاس آ کھڑے ہوئے تھے۔

"پھر انہوں نے پروفیسر ٹماٹر کو کھینچ کر باہر نکالا اور ساجد کو
چھوڑ دیا۔ غالباً وہ ایک ایک کرکے ان سب کی قربانی دینا چاہتے
تھے۔ بیچارہ ساجد وہیں اپنی جگہ پر لٹکا ہوا تھا اُس کی نگاہیں پروفیسر
ٹماٹر پر جمی ہوئی تھیں۔ واقعی اب ایسا وقت آگیا تھا کہ اُن کیلئے
مشکل پیدا ہونے لگی تھی۔

پروفیسر ٹماٹر کو دیوار پر کھڑا کر دیا گیا پروفیسر ٹماٹر نے دیوار کے
دوسری طرف دیکھا۔ نیچے بُلبلے پھوٹ رہے تھے اور ان بُلبُلوں سے
ہی سفید دھواں خارج ہو رہا تھا۔ پتلی دلدل دور دور تک پھیلی ہوئی
تھی اور اتنی خوفناک تھی کہ اس میں سے شدید سنسناہٹ کی آوازیں
اُبھر رہی تھیں۔ کوئی بھی شخص اُس میں گرنے کے بعد جل بھُن کر خاک ہو
جاتا اور پھر دلدل ہی میں دفن ہو جاتا پروفیسر ٹماٹر نے دل ہی دل میں
خدا کو یاد کیا اور جان دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ فوما نے ایک آدمی

طرف اشارہ کر کے کہا۔

"بولا تم اس آدمی کی قربانی دو گے جیسا میں کہوں ویسا کرو دیوار
کے قریب کھڑے ہو جاؤ یہ گرز سنبھالو اور پوری قوت سے
مار کر دلدل میں پھینک دو۔ میں جب ہاتھ اُٹھاؤں تب تمہیں
کام کرنا ہے۔ چاند جب ہمارے سر پر پہنچے گا تو میں تمہیں یہ اشارہ
دوں گا۔" جس ڈھانچے سے یہ بات کہی گئی تھی وہ پتھر کا ایک گرز
لے کر کھڑا ہوگیا چاند آہستہ آہستہ اوپر آتا جا رہا تھا۔ دفعتاً اسلم نے
پنجرے میں کوئی حرکت کی اور شارق چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے اسلم میاں؟"

"یہی تو موقعہ سب سے اچھا ہے انکل۔" اسلم نے کہا اور جیب
سے ایک اٹھنی نکال کر غلیل میں رکھ لی۔

"اس سے کیا کرو گے تم؟"

"آپ دیکھتے رہئیے کوشش کرتا ہوں آگے اللہ مالک ہے۔"
اُس نے کہا اور اس ڈھانچے کا نشانہ لینے لگا جو گرز ہاتھ میں لیے
تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر فوما موجود تھا فوما نے اپنا ایک
ہاتھ آہستہ آہستہ اُوپر اُٹھایا اور ڈھانچے نے گرز اُٹھا کر سر سے بلند
کیا دفعتاً اسلم کی لاسٹک میں سے اٹھنی نکل کر ڈھانچے کے
ہاتھ پر پڑی اور وزنی گرز جو بلند ہو چکا تھا اور جس کا ایک سرا
زیادہ وزنی تھا اُس طرف جھک گیا جدھر دلدل تھی ڈھانچے

کے کان میں شدید تکلیف ہوئی تھی کیونکہ اٹھنی کھٹاک سے اس کے کا
پر لگی تھی۔ اس لیے وہ گرز پر قابو نہ رکھ سکا اور گرز کے وزن سے
سینکڑوں فٹ نیچے دلدل میں جاگرا اس کی بھیانک چیخ بڑی ہولنا
تھی اس کی چیخ کے ساتھ ہی چاروں طرف سے ڈھانچے چیخنے لگے
ان کی خوفزدہ آوازیں بلند ہو رہی تھیں کسی کی سمجھ میں نہیں آیا تھا
کہ کیا ہوا فوما حیران و پریشان نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا
اور اس کے انداز میں خوف کا سا احساس تھا۔ پھر اس نے حیران
ہو کر پوچھا۔

"ارے یہ کیا ہوا ہمارا ساتھی دلدل میں کیسے گر گیا۔" تب
ایک طرف سے آواز ابھری۔

"مقدس فوما کہیں ایسا نہ ہو کہ بڑے بت کو یہ قربانی پسند نہ ہو۔"

"کیا بکواس کرتے ہو یہ ہمارے دشمن ہیں ان کو مارنے سے ہم
ثواب ہوگا۔ ہم پر برکتیں نازل ہوں گی بڑا بت ہمیں کون کون سی
نعمتوں سے نوازے گا۔ وہ بے وقوف تھا جو اپنے زور میں دلدل میں
جاگرا، چلو ڈاگے تم دوسرا گرز لے آؤ اور قربانی دو۔ چاند اگر یہاں سے
گیا تو ہماری قربانی خراب ہو جائے گی۔" فوراً ہی ایک آدمی آگے بڑھا
اور اس نے گرز سنبھال لیا۔ وہ آہستہ آہستہ گرز کو سر سے بلند کر رہا
دوسری طرف اسلم دوسری اٹھنی اٹھا چکا تھا۔ شارق کی آنکھیں حیرت سے
پھٹی ہوئی تھیں اس نے اسلم کی کاروائی دیکھ لی تھی۔ پھر جیسے ہی گرز

بلند ہوا اسلم کی غلیل پھر چل پڑی اور اس بار دوسرے ڈھانچے کا بھی وہی
حشر ہوا تھا۔ وہ بھی چیخ کر دلدل میں جاگرا۔ اب تو چاروں طرف ہل چل مچ گئی
ڈھانچے خوفزدہ انداز میں اپنی اپنی جگہ بدلنے لگے۔ سب کے منہ پر ایک
ہی بات تھی کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ بڑا بت اس قربانی کو ناپسند کرتا ہو اور
فوما ہم سب کو تباہی کا شکار بنا دے ایک بوڑھے ڈھانچے نے آگے بڑھ کر کہا۔

"مقدس فوما میری بات مان لو چاند سر سے گزر چکا ہے وہ بات ختم ہو
گئی ہے جو قربانی کے سلسلے میں کہی جاتی ہے اور اب ان لوگوں کی قربانی
نہ دو بلکہ ان کو احترام سے اُتار لو اور انکی خاطر مدارت کر کے بڑے بت کو خوش کرو۔

"اس بوڑھے کو اُٹھا کر دلدل میں پھینک دو۔" فوما نے غصے سے کہا
اور چند ہی لمحات کے بعد اس کے اس حکم کی تعمیل ہو گئی۔ جس بوڑھے
نے اس بات کا ارادہ ظاہر کیا تھا کہ ان لوگوں کو معاف کر دیا جائے وہ
بیچارہ موت کا شکار ہو گیا تھا۔ اس بار خود فوما نے گرز اپنے ہاتھ میں لیا
اور غراتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"دیکھوں مجھے اس قربانی سے کون روکتا ہے دیکھوں میں کیسے
اس دلدل میں گرتا ہوں۔" پروفیسر ٹمارٹر خاموشی سے یہ سارا تماشا دیکھ رہے
تھے انہیں نہیں معلوم تھا کہ اُن کا خفیہ مددگار کون ہے لیکن اسلم نے
اب تیسری اٹھنی نکال لی تھی۔ فوما غصے سے دیوانہ ہو رہا تھا اسکے کئی
ساتھی دلدل میں گر کر ہلاک ہو گئے تھے۔ اُسکی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی تھی
کہ آخر وہ کیسے دلدل میں جاگرتے ہیں۔ اُٹھنی اتنی چھوٹی سی چیز تھی لیکن اسلم

اُسے اتنی چالاکی سے استعمال کر رہا تھا کہ کسی کو اس کا پتہ بھی نہیں چلتا اور وہ پوری قوت سے ڈھانچے پر پڑتی ہے۔ گرز چونکہ وزنی تھا اس لیے اُس کا بیلنس خراب ہو جاتا تھا اور ڈھانچہ دلدل میں گر پڑتا تھا۔ شارق نے اسلم کا یہ کمال دیکھا تو آہستہ سے بولا۔

"تمہارا یہ ہتھیار تو واقعی اسوقت بڑے بڑے ٹینکوں پر بھاری ہے۔"

"بالکل اگر کوئی مسخت ربڑ ہوتی تو پھر آپ میرا تماشہ دیکھتے میں غلیل چلانیکا ماہر ہوں۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں۔" شارق نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

فوما اب اپنا گرز اُٹھا چکا تھا۔ وہ پروفیسر ٹماٹر کی طرف دیکھ رہا تھا دفعتاً پروفیسر ٹماٹر کو جھرجھری سی آگئی۔ وہ ایک دم سنبھل گئے تھے انہوں نے دلوار کی چوڑائی کا اندازہ کیا اور پھر تیار ہو گئے فوما نے گرز سر سے بلند کر کے پوری قوت سے گھمایا اور پروفیسر ٹماٹر کے سر کو نشانہ بنانے کی کوشش کی لیکن پروفیسر ٹماٹر ایک دم بیٹھ گئے اور گرز گھوم گیا لیکن فوما بھی بہت چالاک تھا وہ فوراً چکر کھانے لگا اور اس طرح اُس نے گرز سنبھال لیا۔ لیکن اب پروفیسر ٹماٹر کہاں چوکنے والے تھے دفعتاً وہ جھکے اور انہوں نے پوری قوت سے ڈھانچے کے پیٹ میں ٹکر ماری فوما کے حلق سے ایک دلخراش چیخ بلند ہوئی اور وہ دلوار پر گر پڑا پروفیسر ٹماٹر اُسکے سینے پر سوار ہو گئے۔ ہر چند کہ وہ کمبخت ڈھانچہ تھا لیکن اتنا طاقتور تھا کہ پروفیسر ٹماٹر سے باقاعدہ قوت آزمائی کر رہا تھا۔ دفعتاً کسی طرف سے آواز اُبھری۔

"سانپ" اور اسکے ساتھ ہی بے شمار پھنکاریں سنائی دینے لگیں

اب جو پنجرے میں لٹکے ہوئے لوگوں نے چاندنی میں دیکھا تو انہیں تاحدِ نگاہ سانپ ہی سانپ نظر آئے یہ سانپ ان ڈھانچوں سے لپٹ گئے تھے اور بری طرح انہیں کاٹ رہے تھے پھنکار رہے تھے۔ ان کی رہنمائی کوئی اور کر رہا تھا وہ کون تھا یہ نظر نہیں آ رہا تھا لیکن ان لوگوں نے بڑی اچھی طرح دیکھا تھا کہ سانپوں نے ڈھانچوں میں تباہی پھیلانا شروع کر دی ہے۔ ڈھانچے سانپوں کے کاٹنے سے بُری طرح ہلاک ہو رہے تھے اور ان کی سوکھی ہڈیاں نیلی ہوتی جا رہی تھیں۔ وہ جدھر بھی بھاگتے سانپ اُن کا پیچھا کرتے انہوں نے ڈھانچوں کے گرد ایک حصار بنا لیا تھا اور اس حصار میں سے ایک بھی ڈھانچہ نکل کر باہر نہ جا پا رہا تھا کوئی بھی اب ان ڈھانچوں کو ان سانپوں سے نہیں بچا سکتا تھا۔ ڈھانچوں میں تباہی پھیلی ہوئی تھی وہ چیخ رہے تھے چلاّ رہے تھے رو رو کر کہہ رہے تھے بدبخت فوما تو نے ہم سب کو مروا دیا۔ تجھے ان لوگوں کی قربانی نہیں دینی چاہیے تھی۔ تجھے پہلے ہی اندازہ لگا لینا چاہیے تھا کہ جڑا بت انکی قربانی کو پسند نہیں کرتا۔ لیکن اب چیخنے چلاّنے سے کیا ہوتا تھا۔ جوکارہ نے اپنی بے عزتی کا انتقام لے لیا تھا اُس نے بہت سے سال اپنے وطن سے دور رہ کر گزارے تھے اور یہ سب لوگ وہ تھے جو جوکارہ کے باغی تھے اور جنہوں نے بغاوت کر کے فوما کا ساتھ دیا تھا جوکارہ اب ان سب لوگوں کو نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ پروفیسر ٹماٹر تعجب سے یہ ساری کاروائی دیکھ رہے تھے۔ ساجد اب بھی اپنی جگہ موجود تھا۔ پنجروں میں اب کوئی جنبش نہیں ہو رہی

تھی۔ سانپوں کی یہ تباہ کاری جاری رہی لاکھوں کروڑوں سانپ تھے جو اُچھل اُچھل کر ڈھانچوں کو کاٹ رہے تھے اور انہیں ہلاک کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ زمین پر ڈھانچوں کے انبار لگ گئے وہ تڑپ رہے تھے سسک رہے تھے فوما پروفیسر ٹماٹر کی لات کھا کر دلدل میں گر کر ہلاک ہو چکا تھا۔ اب کوئی ایسا نہیں تھا جو ان سانپوں کی یلغار کو روک سکے یہ تباہ کاری کتنی گھنٹے جاری رہی یہاں تک کہ ایک بھی ڈھانچہ زندہ نہیں بچا تھا۔ جب یہ سارے ڈھانچے ختم ہو گئے تھے تو سانپوں کی یہ کاروائیاں رکیں اور وہ کنڈلیاں مار مار کر اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے یہ سب دہشت بھری نگاہ سے سانپوں کی یہ کاروائی دیکھ رہے تھے اور ان کے بدن خوف سے لرز رہے تھے۔ تشارق کا نیولا بار بار چیخیں مار رہا تھا غالباً اتنے سارے سانپوں کو دیکھ کر وہ بھی خوفزدہ ہو گیا تھا تشارق نے مدہم آواز میں جاوید سے کہا۔

"میرا خیال ہے حارث اور نازیہ اپنا کام دکھا چکے ہیں اور یقیناً وہ اپنی فوج کو لے کر آ گئے ہیں۔"

"ایسا ہی معلوم ہوتا ہے انکل کیا خیال ہے آپکا اب میرے الفاظ کے بارے میں۔"

"کون سے الفاظ کے بارے میں۔"

"میں نے آپ سے کہا تھا نہ کہ میں آخری سانس تک ہار نہیں مانونگا آپ دیکھ لیجیے ہم میں سے ہر شخص زندہ ہے پروفیسر ٹماٹر موت کے منہ جاتے کے باوجود واپس آ گئے ہیں۔ ساجد اپنی جگہ موجود ہے کون مرا ہم میں سے میں نے آپ سے کہا تھا نہ کہ اگر خدا ہی کو ہماری موت منظور ہے تو پھر اسے کوئی

نہیں ٹال سکتا لیکن اگر خدا یہ نہیں چاہتا کہ ہم ابھی مریں تو ہمیں غیبی امداد ملیگی کیا آپ اس بات کو فراموش کر سکتے ہیں کہ یہ غیبی امداد نہیں ہے۔" تشارق نے متاثر نگاہوں سے جاوید کو دیکھا اور پھر بھاری لہجے میں بولے۔

"بیٹے میں تم سے ہار گیا درحقیقت تمہارا ایمان بہت ہے۔ خدا پر تمہارے اس بھروسے ہی نے آج ہماری جان بچالی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ سانپ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اوہو وہ دیکھیے وہ دیکھیے۔" جاوید نے ایک طرف اشارہ کیا بہت سے سانپ اپنا رنگ بدل رہے تھے ان کے جسموں سے دھواں خارج ہو رہا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے چند چہرے انکی نگاہوں میں آ گئے ان میں سے ایک جوکارہ تھا دوسری اسکی بیوی نیکو تھی تیسری سندا جو تھا طارق تھا اور اسکے ساتھ اور بہت سے سانپ اپنی شکلیں بدل چکے تھے ان سب کے منہ سے مسرت کی آوازیں نکل گئیں پروفیسر ٹماٹر ساجد کی طرف دیکھ کر بڑے مسخرے پن سے بولے۔

"ٹماٹر۔"

"بالکل ٹماٹر ایک دم ٹماٹر۔" ساجد نے مسرت بھری قلقاری کے ساتھ کہا۔ اسلم قہقہے لگا رہا تھا ویسے اسلم نے جو کارنامہ انجام دیا تھا بلاشبہ اسکی مثال ملنا مشکل تھی اسوقت اسکی غلیل نے پروفیسر ٹماٹر کی جان بچائی تھی بلکہ شاید ساجد کی بھی کیونکہ اگر پروفیسر ٹماٹر پہلی ہی کوشش میں ہلاک ہو جاتے تو اسکے بعد دوسرا نمبر ساجد ہی کا تھا۔ جوکارہ نے سانپوں کو اشارہ کیا اور بہت سے

سانپ انسانی شکلوں میں آکر اُن رسیوں کو کھولنے لگے جن سے یہ پنجرے
لٹک رہے تھے پھر انہوں نے بڑی احتیاط سے پنجرے نیچے اُتار لیے جوکارہ
نیکو سندا طارق وغیرہ نے آگے بڑھ کر پنجروں کے دروازے کھولے طارق
ان سب سے لپٹ گیا تھا سندا ابھی سر جھکائے کھڑی تھی اور اُسکے ہونٹوں پر
مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی اُس نے جاوید ساجد اور اسلم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے انتہائی شرمندگی اور افسوس ہے کہ میں دیر سے تم لوگوں کی مدد
کو پہنچی لیکن یقین کرو ہمیں اپنے ماں باپ ہی کو تلاش کرنے میں اتنی دیر
ہو گئی تھی ورنہ نوبت یہاں تک نہ آتی تم سب ٹھیک تو ہو۔"

"کیا خاک ٹھیک ہیں بھوک کے مارے دم بھی باہر نہیں نکل رہا اُسے
بھی ڈر لگ رہا ہے۔" اسلم نے جواب دیا۔

"اوہ اُن لوگوں نے تمہیں بھوکا پیاسہ رکھا ہے۔"

"آج تین دن ہو گئے ہم لوگوں کو کچھ کھائے پیئے بغیر اب کیا
بتائیں تمہیں۔"

"فکر مت کرو اب ہم اپنی حکومت میں واپس آگئے ہیں آؤ ہمارے
ساتھ چلو۔" جوکارہ نے اُن سب کو اپنے ساتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا
بہت سے سانپوں نے انسانی شکلیں اختیار کر لی تھیں اور ان کے پیچھے
گروہ در گروہ آرہے تھے۔ تب جوکارہ نے چیخ کر کہا۔

"اسوقت ہم اپنے مہمانوں کی شکلوں میں رہیں گے جبتک ہمارے
یہ مہمان ہمارے ساتھ ہیں ہم سانپوں کی شکل میں وقت نہیں گزاریں گے

اپنے مہمانوں کے اعزاز میں سب لوگ انسانی شکلوں میں آجاؤ۔" اور
پھر ایک عجیب و غریب منظر نگاہوں کے سامنے آگیا سانپ پھنکار پھنکار
کر انسانی شکل میں آرہے تھے اور آگے بڑھ رہے تھے انسانوں کا یہ جم
غفیر اتنا زیادہ تھا کہ اندازہ لگانا مشکل تھا۔ وہ سب شور مچا رہے تھے
خوشیاں منا رہے تھے طویل عرصے کے بعد انہیں اپنے گھروں میں واپسی
نصیب ہوئی تھی۔ جوکارہ اپنے مہمانوں کو لے کر آگے بڑھتا رہا وہ مخصوص
قسم کی چٹانوں کی طرف جارہا تھا۔ چٹانوں کے درمیان میں پہنچ کر وہ ایک
لمحے کے لیے رُکا۔ ساجد نے جاوید کے کان میں پوچھا۔

"کیا یہ سب ان ہی چٹانوں میں رہتے ہیں۔"

"ان میں سے کوئی میرا چچا زاد ماموں زاد نہیں ہے۔ بھلا میں کیسے
بتا سکتا ہوں۔" لیکن جوکارہ کے حساس کانوں نے بچوں کی یہ آواز سن لی
تھی وہ مسکرا کر بولا۔

"ہماری رہائش گاہیں دیکھنا چاہتے ہو تو آؤ سندا انہیں لے کر آؤ۔"
جوکارہ نے کہا اور چٹانی غار کی طرف بڑھ گیا۔ غار تاریک تھا۔ وہ غار میں
داخل ہوا اور اس کے بعد یہ سب ایک ایک کر کے غار میں داخل ہو گئے
لیکن اندر پہنچ کر اُن کی آنکھیں شدتِ حیرت سے پھیل گئی تھیں یہ غار تھے
یا عالیشان محل، اتنے خوبصورت تھے کہ انکی سج دھج دیکھنے کے قابل تھی دنیا
کا ہر سامان یہاں موجود تھا چاروں طرف پھلوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔
بہت سی ایسی چیزیں یہاں موجود تھیں کہ جو انہوں نے اپنی دنیا میں کبھی نہیں

دیکھی تھیں۔ وہ حیرت سے غاروں کے اس سلسلے کو دیکھ رہے تھے ایک غار
سے دوسرے غار میں جایا جا سکتا تھا اور یوں لگتا تھا جیسے پورا جزیرہ غاروں
کا جزیرہ ہے لیکن یہ سب غار زیرِ زمین تھے۔ جوکارہ نے مسکرا کر کہا۔
"یہ ہماری سلطنت ہے یہ جوکارہ کی سلطنت ہے۔ اس سے قبل یہ
ڈھانچوں کی سلطنت تھی لیکن اب ہم نے یہ زمین واپس حاصل کر لی ہے۔
آؤ ہم تمہیں تمہاری رہائش گاہ میں پہنچا دیں۔" وہ انہیں ایک غار میں
لے گئے جہاں اعلیٰ پایہ کی مسہریاں لگی ہوئی تھیں۔ انہیں بڑے احترام سے
یہاں بٹھایا گیا اور پھر انواع و اقسام کے کھانے ان کے سامنے چن دیئے
گئے اسوقت تو کسی نے بھی تکلف نہیں کیا تھا انسپکٹر خادم شارق پروفیسر کمار
جاوید ساجد اور اسلم اس طرح پھلوں وغیرہ پر ٹوٹ پڑے تھے جیسے کہ
انہوں نے کبھی زندگی میں یہ چیزیں نہ کھائی ہوں جوکارہ مسکراتی نگاہوں
سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ طارق اور سندا بھی ایک طرف کھڑے مسکرا رہے
تھے بالآخر جب یہ کھانے وغیرہ سے فارغ ہو گئے تو جوکارہ نے کہا۔
"طارق ان سب کے لیے غسل وغیرہ کا بندوبست کرو نیا لباس انہیں
دو۔ تاکہ یہ غسل وغیرہ کر کے آرام کریں انہوں نے بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں۔
ہم ان کا شکریہ نہیں ادا کر سکتے۔"
"تو نہ ادا کریں انکل آپ نے یہ جو کچھ کیا ہے یہی ہمارے لیے بہت
ہے۔" ساجد نے کہا اور جوکارہ مسکرانے لگا۔
"دوسری دنیا کے بچوں کو دیکھ کر مجھے بڑی مسرت ہوئی ہے میں نے

اس سے پہلے کبھی انسانوں کے بچے نہیں دیکھے۔"
"ہم نے بھی اس سے قبل سانپوں کے بچے نہیں دیکھے کیا آپ ہمیں
سانپوں کے بچے دکھائیں گے۔"
"ہاں ہماری پوری آبادی یہاں منتقل ہو جائے تو پھر ہم تمہیں اسکی
سیر کرائیں گے۔"
"لیکن انکل ایک بات بتائیے یہ زمین کے نیچے آپ نے اپنی دنیا کیوں بنائی ہے؟"
"یہ سانپوں کی سلطنت ہے ہم لوگ بظاہر بلوں میں رہتے ہیں اور آپ لوگ
یہ سوچتے ہیں کہ ہم لوگ صرف زمین میں سوراخ بنا بنا کر رہنے کے عادی ہیں لیکن
آج آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ان سوراخوں کے بعد کیا ہوتا ہے۔"
"کیا تمام سانپ اسی طرح رہتے ہیں۔"
"نہیں تمام سانپ تو اسطرح نہیں رہتے لیکن خاص قسم کے سانپوں کی سلطنت
ہوتی ہے۔ سانپوں کے گروہ جہاں بھی رہتے ہیں اپنا گروہ بنا کر رہتے ہیں۔"
"مگر یہ ساری چیزیں آپ نے کہاں سے جمع کیں۔" اسلم بولا۔
"بس اس سلسلے میں بات نہ کرو دوست اس سلسلے میں تمہارا جاننا مناسب
نہ ہو گا۔ کیونکہ یہ سانپوں کے راز ہیں۔" سانپوں کی زیرِ زمین سلطنت میں وہ
سب بہت خوش تھے۔ اور انکی ملاقاتیں ان سب سے ہوتی رہتی تھیں پھر
کئی دنوں کے بعد ان لوگوں کی میٹنگ ہوئی اور یہاں سے واپسی کے بارے
میں سوچا جانے لگا۔ تب طارق نے کہا۔
"وہ کپتان اپنا جہاز لے کر یہاں آتا ہو گا جو بریلس ورانی سے وعدہ کر کے

گیا تھا پرنس درانی نے اُسے ہیرے دینے کا وعدہ کیا تھا۔

"میں اُس کے سامنے ہیروں کے انبار لگا دوں گا آپ لوگوں کو حفاظت سے آپکی دنیا تک پہنچاؤں گا یہ میرا فرض ہے۔" جوکارہ بولا اور وہ لوگ خوش ہو گئے۔ سانپوں کی زیرِ زمین دنیا میں انہیں پتہ نہیں کیا کیا چیزیں دیکھنے کو ملی تھیں۔ طارق اور سندا انہیں ہر جگہ کی سیر کرا رہے تھے۔ انہوں نے ان بچوں کو اپنا دوست بنا لیا تھا پھر جوکارہ نے طارق پروفیسر کماٹر اور انسپکٹر خادم کو بہت ہی اعلیٰ قسم کے ہیرے پیش کیے اور کہا کہ وہ ان ہیروں کو بطورِ تحفہ قبول کریں۔ انسپکٹر خادم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"جناب عالی میرے وطن میں میری زمین پر کچھ اصول بنے ہیں کچھ قانون بنے ہیں جس کے تحت ہم غیر ملکی چیزیں اسطرح اسمگل کر کے نہیں لے جا سکتے اسکے لیے حکومت ہمیں اجازت نہیں دیتی۔"

"مگر یہ میرا تحفہ ہے۔"

"آپ کا تحفہ سر آنکھوں پر ہم اسے قبول کرتے ہیں ہم اسے ساتھ نہیں لے جائینگے یہ میں اپنی بات کر رہا ہوں۔ اگر دوسرے لوگ چاہیں تو انہیں قبول کر سکتے ہیں۔" لیکن کسی نے وہ تحفہ قبول نہیں کیا۔

پھر وہ اس جہاز کا انتظار کرنے لگے جو پرنس درانی کو ملنے آنے والا تھا اور یہاں قیام کے پندرہ دن کے بعد ایک صبح انہیں جہاز اس طرف آتا نظر آیا وہ سب بے چینی سے اسکے قریب آنیکا انتظار کرنے لگے۔

جہاز آہستہ آہستہ ساحل کی طرف آ رہا تھا۔ ساحل پر سناٹا چھایا ہوا تھا کوئی بھی سامنے موجود نہیں تھا۔ کپتان دوربین آنکھوں سے لگائے دور دور تک دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے نائب سے کہا۔

"کوئی نظر نہیں آ رہا۔"

"ہاں کیپٹن۔ حالانکہ پرنس درانی کو ہمارے استقبال کیلئے موجود ہونا چاہیے تھا۔ نائب نے کہا۔

"ممکن ہے اس نے ہمیں دیکھا نہ ہو۔"

"ممکن ہے۔" نائب نے جواب دیا اور خاموش ہو گیا۔ یہاں تک کہ جہاز ساحل سے جا لگا اس نے لنگر ڈال دیے۔ تمام مسافر چونک چونک کر اس جزیرے کو دیکھ رہے تھے۔ اس بار بھی کپتان ان مسافروں کو دھوکا دے کر یہاں

لے آیا تھا۔ اور پروگرام کے مطابق وہ پرنس درانی کو لینے آیا تھا۔

"میرا خیال ہے ہمیں جزیرے پر چل کر دیکھنا چاہیے۔"

"جیسا آپ پسند کریں کیپٹن۔"

فوراً ہی ایک لانچ تیار کی گئی اور کیپٹن اپنے ناٹے کے ساتھ جزیرے پر اُترنے کی تیاری کرنے لگا۔ ایک مسافر نے اس سے پوچھا۔

"اس جزیرے پر تم کیا کرنے جا رہے ہو؟"

"دیکھیے جناب یہ سمندری قانون ہے کہ اور کوئی پریشان حال شخص کسی جہاز کو مخاطب کر کے کہے کہ وہ مصیبت کا شکار ہے تو اسکی مدد کی جائے۔"

"کیا تمہیں بھی مدد کے لیے پکارا گیا ہے؟"

"ہاں ایک مسافر اپنی لانچ ڈوب جانے کی وجہ سے اس جزیرے پر پھنسا ہوا ہے۔ ہمیں اسکی مدد کرنی چاہیے۔"

"یہ تو اچھی بات ہے۔" بیچارے ہمدرد مسافر نے کہا اور چالاک کپتان لانچ پر بیٹھ کر چل پڑا۔

پھر وہ سنسان جزیرے پر آ گئے۔ دونوں پریشان نگاہوں سے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے پھر وہ ایک چٹان کی آڑ میں پہنچے ہی تھے کہ دفعتاً انہوں نے بہت سے انسانوں کو دیکھا۔ وہ بُری طرح چونک پڑے۔

دفعتاً کپتان نے سندا کو پہچان لیا۔

"ہیلو مس درانی! مسٹر درانی کہاں ہیں۔"

"ہیلو کیپٹن! آئیے ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے۔"

"ملکہ مجھے پرنس درانی تو نظر نہیں آ رہے؟"

"ایک اور جہاز آگیا تھا پرنس درانی اس میں بیٹھ کر چلے گئے تھے۔"

"چلے گئے؟" کپتان غصے سے بولا۔

"ہاں! لیکن آپکے لیے ایک پیغام چھوڑ گئے ہیں۔"

"کیسا پیغام؟"

"اسکے بارے میں آپ کو بتاؤں گا کیپٹن۔" جوکارہ نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور کپتان چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"آپ؟"

"ہاں آپ یہاں صرف پرنس درانی کو لینے آئے تھے لیکن اب آپ چھ افراد کو لے کر یہاں سے جائیں گے۔ یہ چھ افراد یہ لوگ ہیں۔" جوکارہ نے ان سب کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"میں کیوں لے جاؤں گا؟"

"پرنس درانی نے آپ سے ہیروں کا وعدہ کیا تھا۔"

"ہاں۔"

"آپ کو ہیروں کی پہچان ہے؟"

"کیوں نہیں۔"

"تو پھر اس ہیرے کے بارے میں آپکا کیا خیال ہے۔" جوکارہ نے اپنے لباس سے ایک ہیرا نکال کر ہتھیلی پر رکھا اور کپتان کی آنکھیں حیرت سے چکا چوند ہو گئیں۔

"آہ یہ تو بہت شاندار ہے۔"

"اور یہ۔" جوکارہ نے دوسرا ہیرا نکال کر کہا۔

"یہ اس سے بھی زیادہ خوبصورت اور قیمتی ہے۔"

"اور یہ!" جوکارہ نے تیسرا ہیرا نکالا۔

"یہ سب بہت شاندار ہیں۔"

"چھ ہیرے اور چھ آدمی۔ اب بتائیے کہ آپ ان لوگوں کو لیجانے کے لیے تیار ہیں؟"

"ان چھ ہیروں کے عوض تو میں ساٹھ آدمیوں کو لے جانے کیلئے تیار ہوں۔"

"بس تو بات ختم ہوئی اب آئیکو پرنس درانی کی ضرورت تو نہیں ہے؟"

"ہرگز نہیں مجھے اسکا کوئی اعتبار ڈالن ہے۔" کپتان نے جوابدیا۔

"تو پھر یہ ہیرے قبول کریں لیکن اس بات کا خیال رکھیں کہ ہمارے دوستوں کو کوئی تکلیف نہ ہو ورنہ یہ ہیرے پتھر بن جائیں گے۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔" کپتان نے خوش ہوکر کہا اور ہیرے اپنے لباس میں رکھ لیے۔ اسنے ناٹ کے کان میں کہا "میں تمہیں بھی تمہارا حصہ دونگا۔"

طارق سندا اور جوکارہ اور دوسرے لوگوں نے اپنے ان دوستوں کو آنسو بہاتے ہوئے رخصت کیا تھا۔ واپسی کا سفر بہت شاندار تھا۔ کپتان نے اپنا وعدہ پورا کیا تھا اور ہر طرح کا انکا خیال رکھا تھا۔ بہرحال طویل سفر کے بعد وہ بڑے اطمینان سے ایک دن اپنے وطن پہنچ گئے۔ یہ مہم ان کیلئے ایک یادگار مہم تھی۔

آئندہ ناول ۰ مارچ کو شائع ہوں گے